بچوں کی تربیت

قرآن و سنت کی روشنی میں

مولانا محمد ہود
اُستاذ دار القرآن فیصل آباد



بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

بچوں کی تربیت

قرآن و سُنّت کی روشنی میں

مولانا محمد ھود
اُستاذ دارُالقرآن فیصل آباد

دارُالاندلس
۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور
فون : 7230549-7231106

نام کتاب ——————— بچوں کی تربیت

تالیف ——————— مولانا محمد ہود

اشاعت اول ——————— اکتوبر 2003ء

ناشر ——————— دارالاندلس

ملنے کا پتہ

دارالاندلس

مرکز القادسیہ 4 لیک روڈ چوبرجی لاہور

فون: 7231106-7230549

بچّوں کی تربیت

قرآن و سُنّت کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

بچوں کی تربیت

ولادت کے بعد غیر شرعی رسومات

سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعلیم وتربیت کے اثرات

بچوں پر اسلامی تعلیم وتربیت کے اثرات

اولاد کی عسکری تربیت

مسنون خطبہ

«اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ: فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ»

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

---

① آل عمران: ۱۰۲/۳۔ ② النساء: ۱/۴۔ ③ الاحزاب: ۷۰/۳۳۔۷۱۔
④ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب خطبتہ ﷺ فی الجمعۃ: ۱۵۳/۶۔ ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ۔ نسائی، کتاب صلاۃ العیدین باب کیف الخطبۃ۔ ابن ماجہ، باب اجتناب البدع والجدل۔ دارمی، باب اتباع السنۃ۔ مسند احمد: ۱۲۷/۴۔۱۲۶۔

''بلاشبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی تعریف کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفوس کے شر اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اپنے در سے دھتکار دے اس کے لیے کوئی رہبر نہیں ہو سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

حمد وصلوٰۃ کے بعد یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (اللہ کے دین میں) اپنی طرف سے نکالے جائیں، دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔''

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور (پھر) اس جان سے اس کی بیوی کو بنایا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انہیں (زمین پر) پھیلایا۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے ذریعے (جس کے نام پر) تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں (کو قطع کرنے) سے ڈرو (بچو)۔ بے شک اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔''

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ایسی بات کہو جو محکم (سیدھی اور سچی) ہو، اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔''

عرض ناشر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں (سواری پر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے چھوٹے لڑکے! یقیناً میں تجھے کچھ باتیں سکھلا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کرو، وہ تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کر، تو اس کو اپنے روبرو پائے گا، تو جب سوال کرے تو اللہ تعالیٰ (ہی) سے سوال کر اور جب مدد طلب کرے، تو اللہ تعالیٰ (ہی) سے مدد مانگو اور اس حقیقت کو جان لو کہ اگر ساری امت تجھے کچھ نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو تجھے وہ نفع ہی پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تحریر کر دیا ہوا ہے اور اگر تمام امت تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لیے متحد ہو جائے تو تجھے اتنی ضرر ہی پہنچا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دی ہوئی ہے، قلموں کو اٹھا لیا گیا ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔''

[جامع الترمذی، ابواب صفة القيامة حديث : ٢٦٣٥ ـ مسند احمد : ٣٣٣/٤]

یہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کی تربیت کرنے کا انداز۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ اَوْ يُنَصِّرَانِهِ اَوْ يُمَجِّسَانِهِ))

[صحيح بخاری ، كتاب الجنائز ، باب اذا اسلم الصبی فمات هل يصلی عليه]

''ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اس کے والدین اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔''

اس ارشاد مبارکہ میں رسول معظم ﷺ نے نسل نو کی خرابی کا بڑا ذمہ دار والدین کو ٹھہرایا ہے اور یہ بالکل حقیقت ہے کہ ابتدا میں والدین اولاد کے لیے ناز اور نخرے کا انداز اختیار کرتے ہیں۔ جس سے وہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گھر پڑے ہوئے ٹی وی میں جو بے حیائی کے مناظر دیکھتے ہیں، اختلاط مرد و زن ملاحظہ کرتے ہیں، اپنے والدین کو دین سے ناواقف اور نمازوں سے بے پرواہ دیکھتے ہیں تو یہی سب کچھ ان کی زندگی کا حصہ بن جاتا ہے، یوں معاشرہ جہنم زار ہو جاتا ہے۔

اسی مسئلہ پر محترم الشیخ مولانا محمد ہود حفظہ اللہ نے ''بچوں کی تربیت کتاب وسنت کی روشنی میں'' میں بحث کی ہے اور اپنے بچوں کی اسلامی تربیت کیسے کریں؟ کے طریقے شریعت اسلامیہ سے دلائل کے ساتھ پیش کیے ہیں۔ نیز تربیت اولاد میں آج ذرائع ابلاغ کیا بھیانک کردار ادا کر رہے ہیں پوری تفصیل سے اس پر بھی قلم اٹھایا ہے۔

محترم مولانا گلزار احمد صاحب نے اس پر ایک جامع مقدمہ تحریر کیا اور مولانا شیخ عبدالولی مدرس جامعۃ الدعوۃ مرید کے نے اس تخریج کی۔ اب یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر گھر کی زینت بنے، والدین اسے خود بھی پڑھیں، اولاد کو بھی پڑھائیں۔ اپنی ذمہ داریاں ادا کریں تاکہ پھر سے ایک صالح معاشرہ وجود میں آسکے۔ معاشرہ کے ایسے لوگ کہ جو اللہ سے محبت کرنے والے اور اللہ ان سے محبت کرنے والا، کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل، اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے اور ملامت گروں کی کوئی پرواہ نہ کرنے والے ہوں۔

اللہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو والدین اور اولاد کیلئے نافع بنائے اور مصنف جو کہ شہید کے والد محترم بھی ہیں، کے لیے دنیا و آخرت کی فلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین!

طالب دعا
محمد سیف اللہ خالد
مدیر دارالاندلس

تقریظ

اولاد کی سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ اس کے لیے ان کی صحیح تعلیم و تربیت کا ہونا بہت ضروری ہے تا کہ نسل نو غلط راہوں پہ چل کر خراب نہ ہو جائے لیکن اکثر و بیشتر والدین کو اپنی اولاد کی دنیا کی زیادہ فکر ہوتی ہے۔ ان کے مستقبل کو سنوارانے کے لیے جان جوکھوں میں ڈال دیتے ہیں۔ دنیاوی خوشحالی کے لیے حرام، سود، رشوت، ملاوٹ، دھوکا، فریب، جھوٹ تمام حربے استعمال کر کے دولت جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ جس مستقبل کی ان کو فکر لگی ہوئی ہے، وہ بہت مختصر ہے نہ ختم ہونے والا مستقبل وہ ہے جو مرنے کے بعد شروع ہو گا۔ اس مستقبل کی فکر کرنا ہی عقلمندی ہے کیونکہ فانی کی فکر میں مستغرق رہنا اور باقی سے غافل ہو جانا بہت بڑی نادانی اور بیوقوفی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا کے لیے کچھ کرنا ہی نہیں چاہیے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ آخرت کی کامیابی کو بنیاد بنا کر خود اپنے اور اپنی اولاد کے لیے اپنی تمام توانائیاں دنیا میں بروئے کار لائی جائیں۔ ان کی تعلیم و تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق کی جائے تا کہ آپ کی اولاد مہذب بنے اور امت کے لیے کار آمد ثابت ہو بلکہ دنیا کی امامت کے اہل ثابت ہو سکے۔ بڑوں کا احترام کرنے اور چھوٹوں پر رحم کرنے والے ہوں۔

ابتدا سے ہی توحید وسنت سے لگاؤ اور اس کے لیے جینے اور مرنے کا احساس پیدا ہو۔ اولاد کی تعلیم و تربیت اس نہج پر کی جائے کہ وہ دنیا میں مسلمان اور مثالی انسان بن کر رہیں اور

مرنے کے بعد ابدی سعادت کے مستحق بن سکیں۔ اسی فکر کو اجاگر کرنے اور والدین کے احساس کو بیدار کرنے کے لیے پیش نظر اوراق میں مولانا محمد ھود صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے کوشش کی ہے کہ والدین کو اپنی اولاد کی تربیت کیسے کرنی چاہیے تاکہ اولاد دنیا اور آخرت میں والدین کے لیے بھی مفید ثابت ہو اور خود بھی ان کو ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ دینی تعلیم و تربیت کی تفصیلات آپ آئندہ اوراق میں پڑھیں گے جو کہ قرآن حکیم اور سنت خیر الانام ﷺ کی روشنی میں بیان کی گئی ہیں اور مستند تاریخی واقعات سے اس کو مؤید کیا گیا ہے۔

والدین کے مرنے کے بعد اولاد کا دعا و استغفار کرنا، بچے اور بچی کے ساتھ مساوی سلوک کرنا اور بالخصوص بچیوں کی تربیت کی وجہ سے رحمت کائنات علیہ التحیات والتسلیمات کی معیت کا نصیب ہونا، ولادت کے بعد غیر شرعی رسومات سے اجتناب اور شرعی طریقہ ہائے کار گھٹی، رضاعت، عقیقہ، حجامت، اچھا نام رکھنا، ختنہ، کھانے کے آداب، ان کی صحت و تعلیم کی اہمیت اور اس کا اسلامی طریقہ وغیرہ مسائل کو بیان کیا گیا ہے اور آخر میں اولاد کی عسکری تربیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر والدین اپنی اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کے ساتھ عسکری تربیت کو شامل کر لیں تو اس سے انقلاب بپا ہوسکتا ہے۔ فی الواقع مسلمان قوم کی ذلت و رسوائی کا علاج ہی جذبہ جہاد کا بیدار ہونا ہے۔ اگر امت مسلمہ جہاد کی راہ پہ چل نکلے تو یقیناً عالم دنیا کی قیادت ان کے ہاتھ میں ہو۔ بہر حال برادرم مولانا ھود صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی یہ کاوش قابل قدر ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے جس کی آج کے دور میں بہت ضرورت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان والدین کو اپنی اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کی توفیق دے کہ وہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائیں اور مؤلف موصوف کی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور ان کے لیے زاد راہ بنائے۔ آمین!

گلزار احمد

مدرس کلیۃ دار القرآن فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

اس عالم رنگ و بو میں انسان ہی ایک ایسی ہستی ہے جس کی اصلاح سے امن وسکون اور برکت کی بہار آتی ہے اوراس کی خرابی سے بحر و بر میں تباہی امڈ آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ رب کائنات نے اس کی اصلاح کے لیے اپنی طرف سے ہدایت کا انتظام فرمایا اور وقتاً فوقتاً انبیاء رضی اللہ عنہم کے ذریعے کتب نازل فرمائیں اور یہ سلسلہ رہبر اعظم سید ولد آدم، شفیع یوم محشر رحمۃ للعلمین حضرت محمد ﷺ اور قرآن پاک کی تعلیم قیامت تک کی انسانیت کے لیے کافی و شافی ہے۔ جب تک یہ امت قرآن وسنت کے بتائے ہوئے راستوں پر گامزن تھی، خیر الامم کا مصداق تھی اور لوگوں کو امن وسکون اور عدل واحسان حاصل تھا۔ نسلاً بعد نسلٍ یہ سلسلہ جاری رہا لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں میں دین کے اصولوں پر عمل میں روز بروز کمی ہوتی رہی۔ نوبت بایں جارسید کہ بے دینی کے سیلاب سے ہر گھر متاثر نظر آ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دین اسلام کی تعلیم وعمل کا معاملہ مخصوص افراد پر موقوف رکھا اور بدقسمتی سے اس مخصوص طبقہ نے بھی یہ معاملہ اپنی ذات تک محدود رکھا، اپنی اولاد کو اس عظیم نعمت سے محروم رکھا، ان کی تربیت اسلامی دستور کے مطابق نہ کی حالانکہ سب مسلمان والدین پر فرض ہے کہ اپنی اولاد کو دینی ماحول فراہم کریں۔ اگر والدین نے یہ حق ادا نہ کیا تو قیامت کے دن اسے اس کے متعلق سوال ہوگا اور وہ بچے جن کو ان کے والدین نے اسلامی تعلیمات سے روشناس نہ کرایا اور انہوں نے اپنی قیمتی عمریں آوارگی میں ضائع کیں درحقیقت ان بچوں سے زیادہ بدنصیب ہیں جن کے والدین بچپن ہی میں سر سے اٹھ گئے اور ان کا مربی کوئی نہ تھا۔ بقول شاعر ؎

لَيۡسَ الۡيَتِيۡمُ مَنِ انۡتَهٰى اَبَوَاهُ مِنۡ
هَمِّ الۡحَيَاةِ وَ خَلَّفَاهُ ذَلِيۡلًا

''وہ یتیم نہیں ہے جس کے والدین زندگی کے غم سے نجات پا چکے ہوں اور اس کو ذلیل چھوڑ گئے ہوں۔''

اِنَّ الۡيَتِيۡمَ هُوَ الَّذِیۡ تَلۡقٰى لَهٗ
اُمًّا تَخَلَّتۡ اَوۡ اَبًا مَشۡغُوۡلًا

''بلکہ یتیم تو وہ ہے جس کو اس کی والدہ اور والد نے اپنی مشغولیت کی وجہ سے آزاد چھوڑ دیا۔''

اس لیے ہم پر لازم ہے کہ اس پرفتن دور میں اپنے نونہالوں کی ابتدا ہی سے اس طریقہ پر تربیت کریں کہ وہ معاشرے کے بہترین افراد ثابت ہوں اور ہمارے لیے صدقہ جاریہ بن سکیں۔ اگر ہم نے اس فریضہ میں کوتاہی کی اور ہماری کاہلی کی وجہ سے بچوں میں جتنی بری خصلتیں پیدا ہوئیں تو ہم بھی ان کے جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔

تربیت اولاد کے عنوان پر میں نے چند خطبات جمعہ میں والدین کی ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا تو بعض مخلص ساتھیوں نے ناصحانہ انداز میں مشورہ دیا کہ ان مسائل کو تحریری صورت میں جمع کر دیں تو بہتر ہوگا کیونکہ یہ مسائل ہر گھر کی ضرورت ہیں لیکن میں اپنی تدریسی مصروفیات کی بنا پر اس کام کو اپنے لیے دشوار محسوس کرتا تھا۔ حسن اتفاق سے ان ہی ایام میں ایک دوست میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے تربیت اولاد کے خطبہ کی کیسٹ طلب کی، میرے منفی جواب نے اس کو مایوس کیا تو اس نے افسردگی کی کیفیت میں مجھے وہی مشورہ دیا۔ وہ صاحب تو تشریف لے گئے لیکن میرے دل میں ایک فکر ضرور دے گئے، کئی دنوں کی سوچ کے بعد ذہن اس نتیجے پر پہنچا کہ خطبہ جمعہ اور کیسٹ کی آواز ہر ایک بھائی تک نہیں پہنچ سکتی، اگر مسئلہ تحریری صورت میں ہو تو زیادہ فائدہ مند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے کسی کی رہنمائی فرمادے تو آخرت کا زادراہ بن جائے گا۔ اسی سوچ نے مجھ میں ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنی

دلی آواز قوم تک پہنچانے کی جسارت پیدا کر دی۔

میں نے اس تحریر میں تربیت اولاد کا مسئلہ واضح کرنے کے لیے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کو بنیاد بنایا ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق تصنیف "تحفة المودود فی احكام المولود" اور شیخ عبداللہ ناصح کی ضخیم کتاب 'تربية الاولاد فی الاسلام' سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح نواب صدیق الحسن رحمہ اللہ کی "اسعاد الصباد لحقوق الوالدين و الاولاد" اور ان کی اہلیہ بیگم شاہ جہاں کی " تهذيب النسواں و تربية الانسان " بھی پیش نظر رہیں۔ رجال اور سیر کی کتب سے بھی استفادہ کیا ہے۔

اس مختصر رسالہ کا جو بھائی مطالعہ کرے اگر غلطی پائے تو ضرور اطلاع کر دے تا کہ اس کی تصحیح کی جا سکے اور نیک دعاؤں میں بھی یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت پر عمل کر کے اپنی اور اپنے اہل عیال کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ان احباب کو جنہوں نے اس کار خیر میں تعاون فرمایا، ان میں سے حافظ محمد شعیب صاحب بھٹی، محترم مولانا گلزار احمد صاحب جنہوں نے اس پر نظر ثانی کی اور میرے محترم اور مشفق حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب ثاقب (مرحوم) آف لاہور رئیس انصار السنۃ المحمدیہ پاکستان جنہوں نے پہلی مرتبہ چھپوانے کے لیے چھپائی کے مراحل میں میرا تعاون فرمایا اور اب ترمیم واضافہ کے ساتھ دارالاندلس نے شائع کرنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ اور الشیخ عبدالولی استاذ جامعۃ الدعوۃ الاسلامیہ مرید کے نے تخریج وتحقیق فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کرم فرماؤں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

آپ کی دعاؤں کا طالب

محمد ھود بن محمد عبداللہ

۱۴ رجب جمعۃ المبارک ۱۴۲۴ھ

۱۲ ستمبر ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچوں کی تربیت

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا قُوٓا اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمۡ وَ يَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ﴾

[التحريم : ٦/٦٦]

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں۔ جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجا لاتے ہیں۔"

نیک اولاد نعمت عظمیٰ ہے:

اولاد ایک بہت بڑی نعمت ہے بشرطیکہ وہ نیک ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء کرام نے بھی اللہ تعالیٰ سے اس عظیم نعمت کی خواہش کی جیسا کہ کتاب مبین میں ہماری رہنمائی کے لیے کہیں دعائے خلیل کا ذکر ہے:

﴿ رَبِّ هَبۡ لِيۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴾ [الصافات : ١٠٠/٣٧]

"اے اللہ! مجھے نیک اولاد عطا فرمادے۔"

اور کہیں بوڑھے زکریا علیہ السلام کی التجا مذکور ہے:

﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴾

[آل عمران : ۳۸/۳]

''اسی جگہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی، کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔''

عبادالرحمٰن کی بھی یہی صفت ہے کہ وہ بھی خالق و مالک سے ایسی ہی دعائیں کرتے ہیں:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴾

[الفرقان : ۷٤/۲٥]

''اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔''

نیک اولاد اللہ کی ایسی لازوال نعمت ہے جو انسان کے لیے بعد الموت بھی درجات کی بلندی کا سبب بنتی ہے جس کی شہادت رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے ثابت ہے۔

نیک اولاد صدقہ جاریہ ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ)) [1]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان جب دار العمل (دنیا) سے دار الجزاء (آخرت کی طرف) منتقل ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے لیکن تین چیزیں باقی رہتی ہیں۔ ایک صدقہ

[1] صحیح مسلم ، کتاب الوصیة حدیث :٤١٩٩۔ الأدب المفرد للبخاری : ۳۸۔ ابو داؤد : ۱٥/۲۔ الوصایا : ۲۸۸۔ النسائی : ۱۲۹/۲۔ الطحاوی فی ''المشکل'' ۱/۸٥۔ البیهقی : ۲۷۸/٦۔ احمد : ۳۷۲/۲

جاریہ، دوسری علم جس سے فائدہ حاصل ہو، تیسری نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔''

اس حدیث نبوی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد بھی بعض نیکیاں جاری رہتی ہیں مثلاً صدقہ جاریہ جیسے کوئی مسجد، مدرسہ، کنواں، سڑک وغیرہ جب تک لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں اللہ اس میت کو اجر عطا فرماتا رہتا ہے۔ اسی طرح کوئی علم چھوڑ جائے کتابوں یا شاگردوں کی صورت میں، جب تک لوگ ان کتابوں سے فائدہ حاصل کریں گے اس کو اجر ملتا رہے گا۔ یہی کیفیت نیک اولاد کی ہے جو انسان کے لیے مرنے کے بعد بھی اجر وثواب کا سبب بنتی ہے۔

دوسری روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے:

((اِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اَنّٰى [لِيْ] هٰذَا؟ فَيُقَالُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ)) ❶

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسان کے جب عنداللہ درجات بڑھائے جاتے ہیں تو وہ کہے گا اے اللہ! میرے لیے درجات کی بلندی کا کیا سبب ہے؟ تو جواب ملے گا تیری اولاد جو تیرے مرنے کے بعد تیرے لیے استغفار کرتی ہے۔''

اولاد سے یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے ہم کو بھی کچھ ذمہ داریاں ادا کرنا ہوں گی کہ ہم ان کی تربیت اسلامی دستور کے مطابق کریں، اسلام جیسی انمول نعمت ان کے دامن میں ڈالیں اللہ کا بہت بڑا احسان ہے جس نے ہم کو یہ نعمت عطا فرمائی۔ ہماری مسلمانی کا ثبوت بھی اسی میں ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو دین سے روشناس کرائیں، پھر ان کو دینی ماحول میں رہنے پر مجبور کریں۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام ہمارے لیے بہت بڑی نعمت ہے جس میں ہمارے لیے

❶ ''لی'' کا اضافہ مسند احمد کا ہے۔ ''حسن''۔ سنن ابن ماجه، ابواب الادب، باب برالوالدین: ۳۲۲۔ مسند احمد: ۲/۵۰۹۔ مصنف ابن ابی شیبه: ۱۲/۴۴/۱۔ حدیث حسن ہے۔ شیخ البانی نے بھی صحیح ابن ماجه: ۲۹۵۳، اور سلسلة الصحیحة: ۱۵۹۸ میں اسے حسن کہا ہے۔

زندگی گزارنے کے تمام طریقے موجود ہیں۔ یہ تو ہماری ذمہ داری ہے کہ اسلامی تعلیمات کو ہر معاملہ میں مشعل راہ بنائیں اور اپنی اولاد کو بھی ان ہی اصولوں پر رکھنے کی کوشش کریں۔ امرالٰہی بھی یہی ہے کہ خود اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اپنے اہل وعیال کو علم و ادب سکھاؤ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« اِعْمَلُوْا بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَ اتَّقُوْا مَعَاصِيَ اللّٰهِ وَ أْمُرُوْا اَهْلِيْكُمْ بِالذِّكْرِ يُنَجِّيْكُمُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ » ❶

''اپنے اعمال میں اللہ کی اطاعت اختیار کرو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو اور اپنے اہل وعیال کو ذکر کا حکم دو تو اللہ تم کو آگ سے نجات دے گا۔''

اس لیے والدین کا فریضہ ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت دینی ماحول میں کریں۔

بچپن میں ہی اولاد کی تربیت کریں:

والدین اپنی اولاد کے لیے ساری زندگی مربی ہوتے ہیں لیکن شادی سے قبل والدین پر یہ ذمہ داری زیادہ ہوتی ہے۔ شادی سے قبل کی زندگی دو حصوں میں منقسم ہوتی ہے، پہلا حصہ بچپن اور دوسرا مرحلہ سن شعوری یعنی جوانی۔ دوسرے حصے کی نسبت پہلا حصہ یعنی بچپن والدین کے لیے اولاد کے سنوارنے کا بہتر موقع ہوتا ہے۔ لڑکپن میں اگر بچے کی صحیح تربیت ہو اور اسے تہذیب و اخلاق کے سانچے میں ڈھالا جائے تو زندگی کے آخری لمحات تک اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ خدانخواستہ بچپن میں صحیح تربیت نہ ہوئی تو باقی ماندہ زندگی

❶ ابن کثیر : ۲۱٤/٤ سورۃ "تحریم" ٦ کے تحت علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس کے طریق سے مروی ہے، علی بن ابی طلحہ مصدوق ہیں لیکن ملاقات ابن عباس سے ثابت نہیں ہے لیکن یہ جن سے ابن عباس کی تفسیر روایت کرتے ہیں وہ حضرات متعین ہیں اور وہ مجاہد اور سعید بن جبیر ہیں، لہٰذا ظاہری انقطاع کوئی مضر نہیں، دیکھیے الاتقان ۲/ ۱۸۸

تباہی اور بربادی میں گزرنے کا خطرہ ہوتا ہے:

أَرَانِيْ اَنْسٰى مَا تَعَلَّمْتُ فِي الْكِبَرْ
وَلَسْتُ بِنَاسٍ مَا تَعَلَّمْتُ فِي الصِّغَرْ

''میں نے جو تعلیم بڑی عمر میں حاصل کی وہ بھول جاتا ہوں اور جو چھوٹی عمر میں سیکھا تھا وہ نہیں بھولا۔''

وَ مَا الْعِلْمُ اِلَّا بِالتَّعَلُّمِ فِي الصَّبَا
وَ مَا الْحِلْمُ اِلَّا بِالتَّحَلُّمِ فِي الْكِبَرْ

''علم تو وہ ہے جو بچپن میں سیکھا اور بردباری وہ ہے جو بڑے ہو کر سیکھی۔''

وَ لَوْ فُلِقَ الْقَلْبُ الْمُعَلَّمُ فِي الصَّبَا
لَاَصْبَحَ الْعِلْمُ كَالنَّقْشِ عَلَى الْحَجَرْ

''اگر پھاڑا جائے اس دل کو جو سکھایا جاتا ہے بچپن میں تو اس میں علم اس طرح منقش ہوگا جیسے پتھر پر نشانات۔''

انسان کے اچھے یا برے اخلاق کی بنیاد کا یہی وقت ہے کیونکہ محسن انسانیت ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ اَوْ يُنَصِّرَانِهِ اَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ))[1]

''ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اس کو یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح مادہ جانور صحیح سلامت بچہ جنتی ہے اس میں کوئی بھی کان کٹا

[1] صحیح بخاری ، کتاب الجنائز ، باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه حدیث : ۱۳۵۹۔

نہیں ہوتا۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کی یہ آیت بطور استشھاد تلاوت فرمائی: ''اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اختیار کیے رہو، اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

معلوم ہوا کہ بچے تو صحیح العقیدہ پیدا ہوتے ہیں ان کے والدین کی تربیت ان پر جس طرح کے اثرات مرتب کرے گی وہی نتائج برآمد ہوں گے۔ اگر ہم نے اپنی اولاد کو بچپن میں اسلامی تعلیم و تربیت میں پروان چڑھایا تو اولاد ہمارے لیے دنیا اور آخرت میں بہترین سرمایہ ہوگی اور اگر اس کے برعکس اپنے دور کی برائیوں کے ماحول میں تربیت پائیں تو ان برائیوں کے اثرات ان کی زندگی پر اثر انداز ہوں گے، جیسا کہ ہم اپنے دور میں اپنے گھروں میں دیکھتے ہیں۔ وہ بچے جن کو بے شعور کم سن سمجھتے ہیں ان کی زبان پر گندی گالیاں اور فحش گانے ہوتے ہیں۔ چلتے پھرتے ناچنے میں فلمی اداکاروں کے نقشے پیش کرتے ہیں جس کی جھلک آپ اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔

اولاد میں تذکیر و تانیث سے متاثر ہونا:

اولاد لڑکا ہو یا لڑکی اسلام نے ہر ایک کی تربیت کے لیے اصول مقرر کیے ہیں۔ ہمیں ان اسلامی اصولوں کے تحت اپنی اولاد کی پرورش کرنی چاہیے۔ ہمارے معاشرے میں مسلمان کہلانے کے باوجود بہت سی جاہلانہ اور مشرکانہ رسومات پائی جاتی ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ عموماً بچے کی پیدائش پر مسرت اور بچی کی آمد پر غم و غصہ کا اظہار ہوتا ہے حالانکہ ہماری دستوری کتاب قرآن حکیم اس قبیح رسم کی خوب بیخ کنی کرتی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝﴾ [النحل: ١٦/ ٥٨ ـ ٥٩]

''حالانکہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو اس کا منہ غم کے سبب کالا پڑ جاتا ہے اور اس کے دل کو دیکھو تو وہ اندوہناک ہو جاتا ہے اور اس خبر بد سے جو وہ سنتا ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے، دیکھو یہ جو تجویز کرتے ہیں بہت بری ہے۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کی بری رسم کا ذکر کیا ہے کہ بیٹی کی آمد پر ان کے چہرے متغیر ہو جاتے تھے اور بیٹے کی خبر پر وہ خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ موجودہ مسلمانوں کے معاشرے میں بڑے بڑے موحدین کی حالت یہی ہوتی ہے وہ بھی لڑکے اور لڑکی میں خدائی فیصلے پر غم وغصہ کا اظہار کرتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں تو ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ کئی عورتوں کو اسی وجہ سے طلاق دے دی جاتی ہے کہ ان کے ہاں نرینہ اولاد کیوں نہیں ہوئی حالانکہ یہ معاملہ ان کے اختیار کا نہیں ہے۔

شیخ عبداللہ ناصح ''التربیہ'' میں ایک اسی قسم کا واقعہ نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

ہمارے علاقہ میں ایک حمزہ نامی شخص تھے، شادی کے بعد اللہ نے اسے بچی عطا فرمائی تو وہ اپنی بیوی سے ناراض ہو کر اپنا مکان چھوڑ کر کسی اور مکان میں رہائش پذیر ہو گیا۔ ایک سال تک اپنے گھر نہ آیا۔ حسن اتفاق سے وہ ایک دن اپنے سابقہ مکان کے پاس سے گزر رہا تھا، اس کی بیوی اپنی بچی سے پیار کر رہی تھی اور پرسوز انداز میں یہ اشعار کہہ رہی تھی ؎

مَا لِأَبِیْ حَمْزَةَ لَا یَأْتِیْنَا
یَظِلُّ فِی الْبَیْتِ الَّذِیْ یَلِیْنَا
غَضْبَانَ أَلَّا نَلِدَ الْبَنِیْنَا
تَاللّٰهِ مَاذَا لَكَ فِیْ أَیْدِیْنَا
إِنَّمَا نَأْخُذُ مَا أُعْطِیْنَا

[التربية : ۵۳/۱]

''ابوحمزہ کو کیا ہو گیا ہے وہ ہمارے پاس آتے ہی نہیں، وہ ہمارے قریب کے مکان میں رہ رہے ہیں۔ اس وجہ سے ناراض ہیں کہ ہمارے ہاں بیٹا پیدا کیوں نہیں ہوا۔ اللہ کی قسم! یہ ہمارے اختیار کی بات نہیں ہم تو وہی لیں گی جو کچھ ہمیں (اللہ کی طرف سے) عطا ہو گا۔''

اس عورت کے درد بھرے اور ایمان افروز کلمات جب ابوحمزہ کے کان میں پڑے تو اس کے دل کی ظلمت دور ہو گئی اور دل ہی دل میں بہت نادم ہوا اور فوراً اپنے گھر آیا اور خوشی میں اپنی بیوی کے سر کو بوسہ دیا اور اپنی بچی کو گود میں لاڈ پیار کیا اور اللہ کی اس تقسیم پر رضا کا اظہار کیا۔

اگر ہم رب ذوالجلال کے فیصلے پر راضی ہو کر اس کو تسلیم نہیں کریں گے تو اپنا ہی نقصان کریں گے بلکہ ایسے ہی مواقع پر انسان کے مسلمان ہونے کا پتہ چلتا ہے کیونکہ جب تک انسان کا قدرت کے فیصلے پر ایمان نہیں اس وقت تک ایماندار نہیں بن سکتا، جس کی وضاحت حدیث سے ہوتی ہے:

((عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِاَرْبَعٍ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ يُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ)) [1]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ رکھے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور مجھے اللہ نے برحق رسول بنا کر بھیجا ہے، موت پر ایمان اور موت کے بعد اٹھنے اور تقدیر پر ایمان۔''

دوسری حدیث میں اور زیادہ وضاحت سے مذکور ہے کہ جب تک انسان کا اللہ کی تقدیر

[1] ''صحیح'' سنن ابن ماجہ، باب القدر حدیث: ۸۱۔ دیکھیے صحیح ابن ماجہ للالبانی: ۶۷

پر ایمان نہیں اس کی کوئی نیکی بھی قبول نہیں ہوتی۔ حدیث طویل ہے کچھ حصہ پیش خدمت ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

((وَ لَوْ كَانَ لَكَ مِثْلُ جَبَلِ اُحُدٍ ذَهَبًا أَوْ مِثْلَ أُحُدٍ تُنفِقُهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا قَبِلَ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ فَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَ مَا اَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَ اَنَّكَ اِنْ مُتَّ عَلَى غَيْرِ هٰذَا دَخَلْتَ النَّارَ)) ❶

''اگر تیرے پاس احد پہاڑ کی مثل سونا ہو اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔ اللہ اس کو بالکل قبول نہیں کرے گا جب تک اللہ کی تقدیر پر تیرا ایمان نہ ہو۔ جان لے جو کچھ اللہ نے تجھے عطا کیا ہے وہ تجھے ملنا ہی تھا اور جو تجھے حاصل نہیں ہوا وہ تجھے نہیں مل سکتا تھا۔ اگر تجھے اس عقیدہ کے علاوہ موت آ گئی تو تیرا مقام جہنم ہوگا۔''

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ انسان کو خدا کے فیصلے پر رضا کا اظہار کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ انسان کی ناراضگی تو اللہ کے فیصلے کو نہیں تبدیل کر سکتی بلکہ اس کی اخروی زندگی میں اس کا برا نتیجہ ظاہر ہوگا۔

ہمارے معاشرے میں یہ بھی جہالت کی رسم اس قدر سرایت کر چکی ہے کہ شادی کے بعد ہر جوڑا یہی چاہتا ہے کہ متوقع بچہ مذکر ہی ہو۔ جوڑے کے علاوہ ہر فرد یہی آرزو کرتا ہے جس کی واضح دلیل ہمارے گھروں کا ماحول ہے۔ جس گھر میں بچے کی ولادت متوقع ہو اور قابلہ یعنی دائیہ زچگی کے مراحل میں مشغول ہو تو سب اہل خانہ کے کان اسی خبر کی طرف ہوتے ہیں کہ کیا خبر آتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ بچہ عطا کر دے تو قابلہ پہلی نظر کے فوراً بعد صاحب خانہ کو مبارک کے لیے بھاگتی ہے اور زچہ بچہ کی بھی پرواہ نہیں ہوتی اور اگر اللہ بچی عطا کر دے تو

❶ ''صحیح'' سنن ابن ماجه ، باب القدر حدیث : ۷۷۔ دیکھیے صحیح ابن ماجه للالبانی : ٦٢۔

زچگی سے فراغت کے بعد بھی گھر والوں کو نہیں بتاتی اور اپنی حرکات وسکنات اور خاکستہ حالی سے گھر والوں کو معلوم کرا دیتی ہے اور ان سے ہمدردی کے اظہار کے انداز میں ایسے کلمات کہہ دیتی ہے جو ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتے مثلاً یہ سیاہ بھیڑ کہاں سے آ گئی، اس کو کسی اور گھر میں جگہ نہیں ملی۔ یہ چڑیل ہمارے لیے ہی رکھی ہوئی تھی وغیرہ۔ تم تو ایسی بات کو معمولی خیال کرتے ہو لیکن وہ عند اللہ بہت بڑا جرم ہوتا ہے۔

اگر ہم میں یہ غلط ذہنیت نہ ہو تو کسی کو ایسی حرکت کرنے کی کیسے جسارت ہو، یہ ہماری ایک مجموعی بے حسی ہے حالانکہ ایسے موقع پر غلط ذہن کی اصلاح ہونی چاہیے نہ کہ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے بلکہ فوراً کتاب الٰہی کے اس مقام کی طرف نظر دوڑائی جائے:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝﴾

[الشوریٰ : ۴۲/۴۹۔۵۰]

”آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے، وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔“

اللہ کی پر حکمت کتاب ہماری یہی راہ نمائی کرتی ہے کہ اولاد دینا یا نہ دینا، بچے عطا کرنا یا بچیاں، یہ خالق ومالک کی مشیت پر موقوف ہے، اس میں کسی کا عمل دخل نہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ خدا کی یہ تقسیم اللہ کے انبیاء میں بھی اسی طرح تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ نے صرف لڑکیاں عطا فرمائی تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صرف لڑکے اور آخری نبی ہمارے ہادی ومرشد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑکے اور لڑکیاں عطا کی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً نماز فرض سے فراغت کے بعد یہ دعائیہ

کلمات کہا کرتے تھے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَ لَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَ لَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)) [1]

''اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہی مالک ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جسے تو دینے والا ہو اسے کوئی محروم نہیں رکھ سکتا اور جسے تو نہ دے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور نہ نفع دے گی، تیرے پاس کسی دولت مند کی دولت۔''

دیکھئے کتنی پیاری نصیحتیں اس دعا میں مذکور ہیں۔ اگر ہر نماز کے بعد ہم اس دعا کو پڑھیں اور اس کے ترجمہ پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہو کہ ہم کس قدر اللہ کی تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔ مسلمان کا تو طرۂ امتیاز ہی یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام معاملات پر اللہ تعالیٰ کی رضا پر شاکر ہوتا ہے۔

لڑکے کی نسبت لڑکی کی تربیت میں زیادہ اجر ہے:

جو خوش نصیب اپنی لڑکیوں کی اسلامی دستور کے مطابق تربیت کرتا ہے وہ لڑکوں کی تربیت کرنے والے سے زیادہ اللہ کا محبوب ہے بلکہ ایسے آدمی کو قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کا ہمسایہ بننے کا شرف حاصل ہوگا جس کی پیشین گوئی صادق ومصدوق کی زبان اطہر سے ہو چکی ہے:

((عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَ هُوَ كَهَاتَيْنِ وَ

[1] صحیح البخاری ، الأذان ، باب الذکر بعد الصلاۃ حدیث : ۸٤٤ ، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ ، باب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفتہ : ۱۳۳۷۔

ضَمَّ اَصَابِعَهٗ))❶

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو آدمی اپنی دو لڑکیوں کی تربیت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائیں، وہ قیامت کے دن اس طرح میرا ہمسایہ ہو گا جیسے یہ انگلیاں ہیں۔ آپؐ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر دکھائیں۔''

کتنی خوش قسمتی کی بات ہے کہ اولاد تو اپنی کی تربیت کرر ہا ہے اور اجر و درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہوگا:

((ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ))

''یہ اللہ کا ہی فضل ہے جس خوش نصیب کو چاہے وہ عطا کرتا ہے۔''

ایک دوسری روایت میں لڑکیوں کو تربیت دینے والے کو جہنم سے آزادی کا مستحق بتایا گیا ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ تْنِيْ اِمْرَأَةٌ وَ مَعَهَا اِبْنَتَانِ لَهَا تَسْئَلُنِيْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَ لَمْ تَاْكُلْهَا مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ))❷

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اپنی دو بیٹیوں سمیت حاضر ہوئی، اس نے سوال کیا میرے پاس صرف ایک کھجور تھی میں نے اسے دے

❶ صحيح مسلم، كتاب الادب، باب البر و الصلة حديث: ٦٦٣٨۔ جامع ترمذى، ابواب البر والصلة حديث: ١٩١٦۔

❷ صحيح البخارى، كتاب الزكوٰة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة والقليل من الصدقة۔

دی۔ اس نے کھجور کے دو حصے کر کے بچیوں کو دے دیے خود نہ کھائی پھر وہ چلی گئی۔ پھر نبی ﷺ تشریف لائے تو میں نے سارا واقعہ آپ کو بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا: ''جو شخص ان بچیوں کے بارہ میں امتحان میں ڈالا گیا وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کر کے کامیاب ہو گیا تو وہ بچیاں اس کے لیے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔''

کتب احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کو لڑکوں سے فائق رکھا گیا ہے۔ اس لیے کہ بچی کی گود مستقبل میں ایک درسگاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر اس کی تربیت دینی طریقہ پر ہوئی تو اولاد کی تربیت بھی اسی کے مطابق کرے گی۔ اگر اس کی تربیت غلط نہج پر ہوئی تو نتیجہ اسی کے مطابق ہوگا۔

بقول شاعر ؎

اَلْاُمُّ مَدْرَسَةٌ اِنْ اَعْدَدْتَّهَا
اَعْدَدْتَّ شِعْبًا طَيِّبَ الْاَعْرَاقِ

''ماں کی گود ایک درسگاہ ہے اگر تو نے اس درسگاہ کو سنوار دیا تو گویا ایک بااصول اور پاکیزہ نسب والی قوم وجود میں آ گئی۔''

الغرض اللہ تعالیٰ جو بھی اولاد عطا کرے ہم کو چاہیے کہ اس پر پوری توجہ دیں نہ کہ جاہلوں کی طرح برے تصورات میں غرق ہو جائیں اور نرینہ اولاد کے حصول میں اپنے ایمان اور دولت کو شیطانی عقیدہ میں صرف کر دیں اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہو جائیں ؎

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے ہم
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

ولادت کے بعد غیر شرعی رسومات

ہمارے معاشرے میں بعد از ولادت بھی بہت سے غیر اسلامی افعال پائے جاتے ہیں جن میں ہم اکثر ملوث نظر آتے ہیں۔ وہ افعال مختلف علاقوں میں مختلف صورتوں میں پائے جاتے ہیں۔ عموماً مسلمانوں کے گھروں میں ہندو مذہب وغیرہ کی رسومات دکھائی دیتی ہیں، جیسے بچے کی پیدائش کے بعد اسے مصائب اور آلام سے محفوظ رکھنے کے لیے دروازوں پر درختوں کے پتے لٹکا دیے جاتے ہیں۔ نومولود کی چارپائی کو لوہے کے زنجیر اور تالے لگا دیے جاتے ہیں اور آنے جانے والوں کے سائے سے محفوظ کیا جاتا ہے وغیرہ۔ ہمارے گھروں میں ان جاہلانہ رسومات میں تو بہت پختگی نظر آتی ہے اور قرآن وسنت کی تعلیمات کے ساتھ کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ قرآن پاک پر نظر دوڑائیں تو ام مریم کا واقعہ ہماری ہی تعلیم کے لیے مذکور ہے۔ بعد از ولادت وہ اپنے مالک وخالق سے دعا کرتی ہیں:

﴿ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ؕ وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝﴾

[آل عمران : ۳/۳۶]

”جب بچی کو جنا تو کہنے لگیں کہ پروردگار! مجھے تو لڑکی ہوئی، اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی ہے اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں ۔ میں نے اس کا نام مریم رکھا، میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی وضاحت میں تحریر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مریم کی والدہ کی دعا قبول فرمائی، کیونکہ حدیث میں اس کی وضاحت اس طرح مذکور ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا نَخَسَهُ الشَّیْطٰنُ فَیَسْتَهِلُّ صَارِخاً مِنْ نَخْسَةِ الشَّیْطَانِ اِلَّا ابْنَ مَرْیَمَ وَ اُمَّهُ))❶

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو شیطان چوکا لگاتا ہے جس سے وہ بچہ روتا ہے لیکن مریم اور اس کا بیٹا اس سے محفوظ رہے۔''

پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم اس کی وضاحت چاہتے ہو تو درج بالا آیت تلاوت کرو۔

یہ باتیں ہمیں تو سوجھتی نہیں بلکہ ہم ایسے افعال کرتے ہیں جن سے شیطان خوش ہوتا ہے حالانکہ مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہیے کہ جو ذات شکم مادر میں حفاظت کرتی ہے وہی اس دنیا میں حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ ہم کو ایسے غیر شرعی اور بدعت کے کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے کہ ہمارا محافظ اللہ ذوالجلال ناراض نہ ہو۔

بعد از ولادت والدین کی شرعی ذمہ داریاں:

ہمیں اسلام کی سنہری تعلیمات پر ہر وقت عمل پیرا ہونا چاہیے تاکہ دنیا اور آخرت کی برکات سے مستفید ہوسکیں۔ اسلامی اصول کے مطابق بچے کو غسل دے کر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے، کتب احادیث میں اس کی وضاحت مذکور ہے:

((عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ

❶ صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب فضائل عیسیٰ علیه السلام حدیث : ٦٠٨٦ واخرجه البخاری ، کتاب التفسیر ، باب "وانّی اعیذها بك وذریتها من الشیطن الرجیم" حدیث : ٤٥٤٨۔

وَ سَلَّمَ اَذَّنَ فِي اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِيْنَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ »❶

"ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت فاطمہ کے ہاں حسن پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کان میں اذان دی۔"

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تحفۃ المودود باحکام المولود میں اذان کہنے کا فلسفہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

« اَوَّلُ مَا يَقْرَعُ سَمْعَ الْاِنْسَانِ اَلْكَلِمَةُ الْمُتَضَمِّنَةُ لِكِبْرِيَاءِ الرَّبِّ وَ عَظْمَتِهِ وَ الشَّهَادَةِ الَّتِيْ اَوَّلُ مَا يَدْخُلُ بِهَا فِي الْاِسْلَامِ فَكَانَ ذَالِكَ كَالتَّلْقِيْنِ لَهٗ شِعَارَ الْاِسْلَامِ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ اِلَى الدُّنْيَا كَمَا يُلَقَّنُ كَلِمَةُ التَّوْحِيْدِ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنْهَا »❷

"سب سے پہلے ابن آدم کے کان میں وہ کلمات پہنچیں جن میں اللہ کی کبرائی اور عظمت ہو، وہ شہادت جو انسان کو اسلام میں داخل ہونے کے لیے ضروری ہے۔ گویا یہ اس کے لیے دنیا میں پہلا سانس لیتے وقت اسلام کی تلقین ہے جیسے آخری سانس کے وقت اسے کلمہ توحید کی تلقین ہوتی ہے۔"

یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ بچے کو اذان سنانے کا کیا فائدہ کیونکہ اس کو تو شعور ہی نہیں

---

❶ مسند احمد ، ٩/٦، الترمذی ، کتاب الأضاحی ، باب الاذان فی أذن المولود : ١٥١٣ـ سنن ابی داؤد، کتاب الأدب ، باب فی المولود یؤذن فی أذنه: ٥١٠٥ـ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح، شیخ شعیب الأرنؤوط نے حاشیه شرح السنه میں قوی، شیخ احمد الزین نے حاشیه مسند احمد، شیخ عبدالمنان نوری پوری نے احکام و مسائل اور شیخ امین اللہ پشاوری نے فتاویٰ الدین الخالص میں حسن کہا هے جبکه بعض دیگر علماء اس کو ضعیف قرار دیتے هیں جن میں شیخ البانی بھی شامل هیں۔ اس حدیث کے ایك راوی عاصم بن عبیداللہ کو جمهور نے ضعیف کہا هے جبکه بعض نے اس کی توثیق کی هے۔

❷ تحفة المودود باحکام المولود : ص ٢١ ـ

اور نہ ہی وہ ان کلمات کا مفہوم سمجھتا ہے، ہم کو ایسے لایعنی تصورات سے اجتناب کر کے اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ پر عمل پیرا ہونا چاہیے جس کے دنیا اور آخرت میں بھی بہت سے فوائد ہیں مثلاً جس گھر میں اذان ہوگی شیطان اس گھر سے اذان کے کلمات سن کر بھاگ جائے گا۔ گھروں میں اذان و اقامت کے یہی تو مواقع ہوتے ہیں جنہیں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اذان کے لیے امام مسجد کی شرط ضروری نہیں بلکہ مسلمان باپ کو یہ حق خود ادا کرنا چاہیے، اس کو عار نہ سمجھا جائے۔

بچے کو گھٹی دینے کا عمل:

اذان و اقامت کے بعد خود یا کسی نیک آدمی سے گھٹی دلائیں یعنی کھجور یا کوئی میٹھی چیز منہ میں ڈال کر اسے چبا کر بچے کے تالو کے ساتھ لگائیں۔

یہ عمل احادیث میں وضاحت سے مذکور ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ)) ❶

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نومولود بچے لائے جاتے تو آپ ﷺ ان کے لیے برکت کی دعا کرتے اور گھٹی دیتے۔"

اس روایت میں ایک گھٹی کا عمل ثابت ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ نومولود کو گھر سے باہر لانے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ہمارے گھروں میں اس کو بہت معیوب سمجھا جاتا ہے اور چالیس دن سے پہلے بچے کو گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں نکالتے۔ دوسری حدیث میں مزید وضاحت سے مذکور ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((فَاَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلْتُ بِقُبَاءٍ فَوَلَدْتُهُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

❶ صحیح مسلم، کتاب الادب، باب استحباب تحنیك المولود عند ولادته: ٥٥٨٤۔

عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَوَضَعَهُ فِيْ حُجْرِهٖ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِيْ فِيْهِ فَكَانَ اَوَّلُ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهٗ رِيْقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ثُمَّ حَنَّكَهٗ بِالتَّمْرَةِ ثُمَّ دَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ)) ❶

''جب میں ہجرت کر کے مدینہ پہنچی، قبا کے مقام پر میں رہائش پذیر ہوئی، اللہ نے مجھے بچہ عطا فرمایا تو میں اس کو اٹھا کر لائی اور آپؐ کی گود میں رکھ دیا۔ آپؐ نے ایک کھجور طلب کی، اس کو چبا کر بچے کے منہ میں ڈالا۔ سب سے پہلی چیز جو اس کے پیٹ میں داخل ہوئی رسول اللہ ﷺ کا لعاب ہی تھا پھر آپ ﷺ نے کھجور کی گھٹی دی اور خیر و برکت کی دعا دی۔''

رضاعت یعنی دودھ پلانے کے مسائل:

ماں کا بچے کو دودھ پلانا ایک فطری محبت کی وجہ سے ہے اور والدہ کا حق بھی ہے اور اسی حق کی وجہ سے ماں کی قدر و منزلت اور درجہ والد کی نسبت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی یہی خبر دیتا ہے:

﴿ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا ... فَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝﴾

[البقرة : ۲/۲۳۳]

''مائیں اپنی اولادوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تحنیك المولود، حدیث: ٥٥٨٢

مدت بالکل پوری کرنے کا ہو اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو دستور کے مطابق ہو، ہر شخص اتنی ہی تکلیف دیا جاتا ہے جتنی اس کی طاقت ہو، ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے یا باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے کوئی ضرر نہ پہنچایا جائے۔ وارث پر بھی اسی جیسی ذمہ داری ہے، پھر اگر دونوں (یعنی ماں باپ) اپنی رضا مندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تمہارا ارادہ اپنی اولاد کو دودھ پلوانے کا ہو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ تم ان کو مطابق دستور کے جو دینا ہو وہ ان کے حوالے کر دو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔"

اس مقام پر اللہ تعالیٰ والدہ کو تلقین کر رہا ہے کہ وہ خود اولاد کو دودھ پلائیں، دوسرے مقام پر بھی اس حکم کی طرف یوں ارشاد ہے:

﴿ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَ لَا تَخَافِىْ وَ لَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○﴾

[القصص : ۷/۲۸]

"ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہو اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو تو اسے دریا میں بہا دینا اور کوئی ڈر، خوف یا رنج و غم نہ کرنا، ہم یقیناً اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اسے اپنے پیغمبروں میں بنانے والے ہیں۔"

جس طرح حمل، وضع حمل اور بیٹے کی پرورش کرنے والی والدہ ان تکالیف کے مراحل سے گزرنے کی وجہ سے مقام و مرتبہ کی مستحق ہے، اسی طرح رضاعی والدہ بھی ادب واحترام میں یہی مقام رکھتی ہے۔ جس طرح حقیقی والدہ کی نسبت سے جو رشتے محرمات میں داخل ہیں اسی طرح رضاعت کی نسبت سے بھی وہ رشتے محرمات میں داخل ہوتے ہیں۔

والدہ کو چاہیے کہ اپنے بچے کو خود دودھ پلائے اور اپنی مادرانہ آغوشِ شفقت میں رکھے۔ اگر کسی مجبوری سے دوسری عورت سے دودھ پلوایا جائے تو شرعاً جائز ہے لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ نہ تو وہ خود دودھ پلائے اور نہ کسی اور عورت سے، یہ بچے پر ظلم ہے۔ ہمارے معاشرے میں یہ عام ہو چکا ہے کہ عورتیں بچوں کو فیڈر وغیرہ سے دودھ دیتی ہیں جس میں ان کو بھی تکلیف ہوتی ہے کہ رات کو اٹھ کر دودھ تیار کرنا اور بچے کو بھی بہت سی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ اپنی صحت کو مقدم رکھتی ہوئی ان سب دشواریوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہیں۔ رضاعت ایک سہولت بھی ہے اور ماں کا دودھ بچے کے لیے ایک قدرتی غذا بھی ہے جس کا نعم البدل اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ جو عورتیں اپنی صحت یا ملازمت وغیرہ سے بچے کو اس عظیم قدرتی اور دیر اثر نعمت سے محروم رکھتی ہیں، ایسی عورتیں مغربی تہذیب سے متاثر ہونے کی وجہ سے اپنے ماں ہونے کے مقام و مرتبہ سے عنداللہ محروم رہیں گی۔ البتہ اگر واقعتاً ہی کوئی قدرتی مجبوری ہو مثلاً دودھ کی خرابی یا حمل وغیرہ تو ایسی صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔

بعض ماؤں کو بچے کی مدت رضاعت کا علم نہیں ہوتا۔ وہ اپنی اولاد کو مدت رضاعت سے زیادہ عرصہ دودھ پلاتی رہتی ہیں وہ شرعاً درست نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مدت رضاعت متعین فرمائی ہے:

﴿ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾

[البقرة : ٢/٢٣٣]

”مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں، جو مدت رضاعت کو پورا کرنا چاہتی ہوں۔“

اس آیت میں ﴿ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾ کا جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو رضاعت کی مدت پوری کرنا چاہے تو اس کے لیے حد مقرر ہے، اس سے تجاوز درست نہیں۔

دوسرے مقام پر قرآن مجید میں اس کی یوں وضاحت ہے:

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْلِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾

[لقمان : ١٤/٣١]

''ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھٹائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

اس مقام پر بھی مدت رضاعت دو برس ذکر کی گئی ہے۔

اس طرح احادیث رسول میں بھی مدت رضاعت دو برس متعین کی گئی ہے۔ اگر کسی والدہ نے دو برس کی عمر سے زائد عمر کے بچے کو دودھ پلایا تو وہ اس کی رضاعی والدہ نہیں ثابت ہوگی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت میں حدیث رسول بیان فرماتے ہیں:

((عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ اِلَّا مَا فَتَقَ الْاَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ وَ كَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ)) [1]

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رضاعت کی حرمت اس وقت تک نہیں ثابت ہوگی جب تک بچہ والدہ کا سیر ہو کر دودھ نہ پیے اور وہ دودھ چھڑانے کی مدت سے پہلے ہو۔''

امام ترمذی یہ روایت ذکر کرنے کے بعد مذاہب بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

اکثر اصحاب رسول کا اسی پر عمل تھا کہ رضاعت کی حرمت اسی وقت ثابت ہوگی جو دو سال سے کم میں ہو، جو دو سال کے بعد ہو اس کا اعتبار نہیں۔

[1] ''صحیح'' جامع الترمذی ، ابواب الرضاع ، باب ما جاء ما ذکر ان الرضاعة لا تحرم الا فی الصغر دون الحولین حدیث : ١١٥٢ ۔ حدیث کے لیے شواھد ھیں دیکھیے ارواء الغلیل : ٢١٥٠ ۔

عقیقہ کے مسائل:

دودھ کے انتظام کے بعد بچے کا عقیقہ کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ ایک اسلامی حکم بھی ہے اور شکرانے کی صورت بھی، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا: ''میری نسل کی بقا کے لیے مجھے اولاد جیسی انمول نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اسلام نے اس سنت کے تمام احکامات تفصیل سے بیان فرمائے ہیں مثلاً عقیقہ کا وقت اور اس کے جانور، اس کے گوشت کا مصرف وغیرہ۔

بچے کا عقیقہ ساتویں روز کرنا چاہیے کیونکہ تعلیم رسول سے یہی ثابت ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ يَوْمَ السَّابِعِ وَ سَمَّاهُمَا وَ اَمَرَ اَنْ يُمَاطَ عَنْ رُؤُوْسِهِمَا الْاَذٰى)) ❶

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین کا عقیقہ ساتویں روز کیا، ان کے نام رکھے اور سروں کے بال اتروانے کا حکم دیا۔''

حتی المقدور عقیقہ ساتویں روز ہی کرنا چاہیے البتہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اس روز نہ کیا جا سکے تو بعد میں بھی کرنا جائز ہے جس کی تفصیل ابن قیم رحمہ اللہ نے تحفۃ المودود میں کی ہے اور انہوں نے اس کی وضاحت میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ ان میں چودھویں، اکیسویں کا بھی ذکر ہے۔

اگر کسی کو علم ہو کہ اس کے والدین نے اس کا عقیقہ نہیں کیا تو وہ خود بھی اپنا عقیقہ کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ جس بچے کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو وہ قیامت کے دن اپنے والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔ جیسا کہ فرمان رسول کے مفہوم سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

---

❶ ''صحیح'' مشکل الآثار للطحاوی : ۴٦۰/۱۔ ابن حبان حدیث : ۱۰۵٦۔ المستدرک للحاکم ۲۳۷/۴۔ السنن الکبریٰ للبیهقی ۲۹۹/۹۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْغُلَامُ مُرْتَهِنٌ بِعَقِيقَتِهٖ يُذَبَّحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَ يُسَمّٰى وَ يُحَلِّقُ رَأْسَهُ)) ❶

''بچہ مرہون ہوگا عقیقہ کے سبب سے، اس کی طرف سے ساتویں روز جانور ذبح کیا جائے اور اسی روز اس کا نام رکھا جائے اور سر منڈوایا جائے۔''

شارحین نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ مرہون سے مراد شفاعت سے روکا جائے گا یعنی والدین کی قیامت کے دن شفاعت نہیں کر سکے گا۔ عقیقہ حق تو والدین کا ہے اگر وہ کسی مجبوری سے اس حق کو نہ ادا کر سکے ہوں تو اولاد کو چاہیے کہ ان کے ساتھ احسان کرتے ہوئے اس ذمہ داری کو خود پورا کریں۔

اگر بچہ ساتویں دن سے پہلے ہی فوت ہو جائے تو اس کا عقیقہ نہیں ہوگا اس لیے کہ شریعت نے عقیقے کے لیے وقت کی تعیین کی ہے، اس وقت سے پہلے اس پر یہ ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ جس طرح نماز، روزہ، حج اپنے اوقات کے ساتھ مقید ہیں مثلاً اگر کوئی شخص نماز ظہر کے وقت سے قبل ہی فوت ہو جائے تو اس کی نماز ساقط ہو جائے گی اس طرح عقیقہ بھی قبل از وقت نہیں ہوگا۔

جس طرح شریعت نے وقت کی تعیین کی ہے اسی طرح جانوروں کی اجناس اور تعداد بھی بیان فرمائی ہے۔ جن جانوروں کی قربانی جائز ہے ان کا عقیقہ بھی جائز ہے۔ مثلاً اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ۔ لیکن جو شرائط قربانی کے جانور میں درکار ہیں وہ عقیقہ کے لیے نہیں یعنی دو دانت والا، کان کٹا، لنگڑا وغیرہ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ معمولی سے جانور لے کر عقیقہ کر دیا جائے بلکہ اپنی طاقت کے مطابق اچھے جانور لے کر ذبح کیے جائیں۔

عقیقہ میں جانوروں کی تعداد جو احادیث سے واضح ہوتی ہے اس کی تفصیل یوں ہے کہ اگر

❶ ''صحیح'' جامع الترمذی، ابواب الاضاحی، باب من العقیقة حدیث ۱۵۲۲۔
ترمذی : باب الاضاحی : ۲۷۸/۱ ۔

اللہ بچہ عطا کرے تو عقیقہ میں دو جانور ذبح کریں اور اگر بچی ہو تو ایک جانور ذبح کریں۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا اَخبَرَتهَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَهُم عَنِ الغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الجَارِيَةِ شَاةٌ)) [1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ بچہ کے عقیقہ میں دو بکریاں اور بچی کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کریں۔''

ایک دوسری روایت میں بھی یہ صراحت ہے کہ بچے کی طرف سے دو جانور اور بچی کی طرف سے ایک ہے:

((عَنْ أُمِّ كُرْزٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُولُ عَنِ الغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَ عَنِ الجَارِيَةِ شَاةٌ)) [2]

''ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ''بچے کی طرف سے دو بکریاں جو برابر ہوں اور بچی کی طرف سے ایک بکری کی جائے۔''

اسی طرح حدیث ابی ہریرہ میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بچے کے عقیقے میں دو جانور اور بچی کے عقیقہ میں ایک جانور ضروری ہے:

((عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِنَّ اليَهُودَ تَعُقُّ عَنِ الغُلَامِ وَلَا تَعُقُّ عَنِ الجَارِيَةِ فَعُقُّوا عَنِ الغُلَامِ

[1] "صحيح" جامع الترمذی، كتاب الاضاحی ، باب ما جاء فی العقيقة حديث: ١٥١٣ ـ

[2] "صحيح" جامع الترمذی، ابواب الاضاحی، باب ما جاء فی العقيقة حديث : ١٥١٤، سنن ابن ماجه ، كتاب الذبائح ، باب العقيقة حديث : ٣١٦٢ اور دیکھئے ارواء الغلیل [١١٦٩]

شَاتَيْنِ وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً» ❶

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہودیوں کے ہاں اگر بچہ ہو تو وہ عقیقہ کرتے ہیں اگر بچی ہو تو نہیں کرتے تم ایسا نہ کرو بلکہ بچہ ہو تو دو جانور اگر بچی ہو تو ایک جانور کا عقیقہ کرو۔''

ان تمام روایات میں عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ کے الفاظ اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ بچے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنے چاہئیں۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں تو یہودیوں کی ایک قبیح رسم کی طرف اشارہ ہے جو ہمارے مسلمانوں کے معاشرے میں بھی موجود ہے کہ بچہ پیدا ہو تو دوسرے رسم ورواج کے ساتھ عقیقہ بھی کر دیتے ہیں اور اگر اللہ بچی عطا فرمائے، نہ خوشی اور نہ کوئی رسم ورواج اور نہ ہی عقیقہ کا نام لیا جاتا ہے۔

یہ ہماری کتنی بدنصیبی ہے کہ دین کے حکم پر عمل کا موقع آئے تو ہمارے پاس خرچ کے لیے کچھ نہیں ہوتا اور اگر ہمارے معاشرے کی کوئی رسم ہو تو قرض لے کر بھی رقم ضائع کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ دین کے معاملے میں خرچ کا موقع آئے تو رخصتیں تلاش کرتے ہیں عقیقہ کی بات کو ہی لیجئے۔ ہمارے اکثر لوگوں نے یہ معمول بنا رکھا ہے کہ قربانی کے جانور میں عقیقہ اور ایک قربانی کا حصہ حالانکہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی۔ عقیقہ کو قربانی پر قیاس کرنا ہی درست نہیں۔ اس لیے کہ قربانی کا جانور گھر کے تمام افراد کو کفایت کرتا ہے اور عقیقہ اس کے برعکس ہے، وہ ہر فرد کا علیحدہ ہوتا ہے جس کی قید احادیث مذکورہ میں موجود ہے۔ ویسے بھی شرعی امور میں لڑکے کو لڑکی پر بہت مقامات پر فوقیت حاصل ہے جیسے وراثت میں دوگنا حصہ، اسی طرح شہادت میں دو عورتیں ایک مرد کے مقابلہ میں، اسی طرح عقیقہ میں بھی قرآن وسنت کا یہی حکم ہے۔ عقیقہ کے جانوروں کا گوشت گھر میں کھانے کے ساتھ

❶ السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الضحایا، باب ما یعق عن الغلام وما یعق عن الجاریة: ۳۰۲/۹، امام ھیثمی نے مجمع الزوائد: ۵۸/٤ اور شیخ البانی نے ارواء الغلیل: ۳۹۳/٤ میں کہا ھے کہ اس کے اندر دو راویوں ابو حفص سالم بن تمیم باپ بیٹے کا ترجمہ نہیں ملا۔

ساتھ غرباء و مساکین اور پڑوسیوں میں بھی تقسیم کرنا چاہیے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ امیر دوستوں کے تو گھروں میں پہنچایا جائے، غرباء کو گھر سے بھی دھکے دے کر خالی نکال دیا جائے۔

عقیقہ کے جانور بھی مسنون طریقہ سے ذبح کرنے چاہئیں، جیسا کہ عمل رسول اللہ ﷺ سے ظاہر ہوتا ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْبَحُوْا عَلَى اسْمِهٖ فَقُوْلُوْا بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَ اِلَيْكَ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ)) [1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے نام پر ذبح کرو اور یہ کلمات کہو: ''اے اللہ! تیری ہی رضا کے لیے ہے اور تو نے یہ عطا کیا ہے اور یہ فلاں کا عقیقہ ہے۔''

یعنی اس بچے کا نام لے کر ذبح کریں جس کی طرف سے یہ عقیقہ کیا جا رہا ہے۔

حدیث میں یہ وضاحت موجود ہے کہ ذبح تو اللہ کی رضا جوئی کے لیے ہے اور شکرانہ اس بچے کا ہے جو اللہ نے عطا فرمایا ہے۔

نومولود کی حجامت بنوانا:

جس طرح ساتویں روز بچے کا عقیقہ مسنون ہے، اسی طرح اس کے سر کے بال منڈوانا بھی اسی روز ضروری ہے۔ اس لیے کہ جن احادیث میں عقیقے کا ذکر ہے ان اکثر روایات میں حجامت بنوانے کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ کسی روایت میں ((اَمِيْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰى)) اور کسی

[1] ''صحیح'' السنن الکبریٰ للبیھقی ، باب ما جاء فی وقت العقیقة و حلق الرأس والتسمیة : ۳۰۳/۹۔ مسند ابی یعلیٰ : ۱۸/۸ حدیث : ۴۵۲۱۔ مصنف عبدالرزاق حدیث : ۷۹۶۳۔ مجمع الزوائد : ۵۸/۴۔ ارواء الغلیل : ۳۸۹/۴۔

میں ((يُحَلِّقُ رَأْسَهٗ)) کے الفاظ پائے جاتے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ نومولود کے ساتویں روز بال اتروا دیے جائیں۔

خواہ وہ بچہ ہو یا بچی، ہماری زبان میں جس کو جھنڈ اتروانا کہتے ہیں۔ یہ بال سر پر رکھنے درست نہیں بلکہ دینی تعلیم کے مطابق ان بالوں کو اتروا کر چاندی کے ساتھ ان کا وزن کیا جائے، جتنا وزن ان بالوں کا ہو اس کے برابر چاندی صدقہ کی جائے۔ حدیث میں اس کی یوں وضاحت ہے:

((عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ شَاةً وَ قَالَ يَا فَاطِمَةُ اِحْلِقِيْ رَأْسَهٗ وَ تَصَدَّقِيْ بِزِنَةِ شَعْرِهٖ فِضَّةً فَوَزَنَتْهُ فَكَانَ وَزْنُهٗ دِرْهَمًا اَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ)) [1]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں بکری ذبح کی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ بچے کے سر سے بال اتروا کر اس کا وزن کرو اور اس کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان بالوں کا وزن کیا تو وہ درہم یا درہم کا کچھ حصہ تھے۔''

ان احادیث پر ہمارے اکثر گھروں میں عمل نہیں ہوتا۔ زیادہ لوگوں کو تو ان مسائل کا علم ہی نہیں ہے۔ اگر معلوم بھی ہو تو معمولی سمجھ کر کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔ ہم کو بھی اسلامی ناطے سے چاہیے کہ ایسے مواقع پر ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنی مسلمانی کا ثبوت مہیا کریں۔

بچے کا نام رکھنے کا بیان:

اللہ تعالیٰ اولاد جیسی نعمت عطا فرمائے تو نام تجویز کرتے وقت یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ نام اچھے معنی ظاہر کرے۔ جیسے عبدالرحمٰن جس کا معنی ہے رحمٰن کا بندہ یعنی اللہ کی

[1] "حسن" عق ......عن الحسن شاة جملہ کے بغیر یہ جملہ ضعیف ھے، السنن الکبریٰ للبیھقی : ٣٠٤/٩ـ مسند احمد : ٣٩٠/٦ ـ جامع الترمذی ، ابواب الاضاحی ، باب العقیقة بشاة ، حدیث : ١٥١٩ ـ

عبادت کرنے والا۔ ارادہ یہ ہو کہ اللہ اس بچے کو اسم بامسمیٰ بنا دے یعنی نام کے جو معنی ہیں اللہ اس میں وہ صفت پیدا کر دے۔ نام ساتویں روز سے پہلے بھی رکھا جا سکتا ہے۔ امام بیہقی نے اس بارہ میں اپنی کتاب میں باب ذکر کیا ہے بَابُ سُمِّيَتِ الْمَوْلُوْدُ حِيْنَ يُوْلَدُ اور اس کے تحت یہ حدیث ذکر کرتے ہیں، یہ روایت بخاری میں بھی موجود ہے:

((عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وُلِدَ لِیْ غُلَامٌ فَاَتَيْتُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَسَمَّاهُ اِبْرَاهِيْمَ وَ حَنَّكَهٗ بِتَمْرَةٍ))[1]

”حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا تو میں اس کو اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور اس کو ایک کھجور سے گھٹی دی۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ جس دن پیدا ہو اسی دن اس کا نام رکھا جا سکتا ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ آپ نے اس بچے کا نام جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا، اللہ تعالیٰ کو جو محبوب شخصیت تھیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب لوگوں کو اس کے دربار میں آواز دی جائے گی تو تمہارے باپوں کے نام لے کر آواز دی جائے گی، اس لیے اچھا نام ہونا چاہیے۔ اگر جہالت کی وجہ سے کسی کے والدین نے اس کا غلط قسم کا نام رکھ دیا ہو جو شرعی نقطہ نگاہ سے درست نہ ہو تو معلوم ہونے کے بعد اس کو نام تبدیل کر لینا چاہیے جیسے ہمارے بعض لوگ بھی مشرکانہ نام رکھ دیتے ہیں جیسے پیراں دتہ، عباد علی، عبدالنبی وغیرہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں:

((كَانَ اسْمِیْ فِی الْجَاهِلِيَّةِ عَبْدَ الشَّمْسِ بْنَ صَخْرٍ فَسَمَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَالرَّحْمٰنِ))[2]

---

[1] صحيح البخاری ، كتاب العقيقة ، باب تسمية المولود غداة يولد لمن لم يعق عنه وتحنيكه رقم : ٥٤٦٧ ـ

[2] اصابه : ٢٠٢/٤ ـ

''میرا جاہلیت کا نام عبدالشمس بن صخر تھا تو رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھ دیا۔''

دیکھیں کتنا پیارا نام ہے جس سے آدمی کی عبدیت اور اللہ کی معبودیت ظاہر ہوتی ہے، انسان کی تخلیق کا بھی یہی مقصد ہے۔

ہم اپنے گھروں میں نظر دوڑائیں تو معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے، اکثر نام مہمل اور بے معنی ہوں گے۔ بہت سے نام کھلاڑیوں، فلموں کے ایکٹروں کے نام پر ہوں گے اس کی مثال کی ضرورت نہیں، ہمارا عمل اس پر شاہد ہے اور ہم ایسے ناموں پر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ستم ظریفی یہ ہے کہ نام تو اچھا رکھا لیکن اس کو اس طرح بگاڑا کہ نام مہمل ہی نہیں ہوتا بلکہ بعض موقع پر اللہ تعالیٰ کی صفات پر بھی زد پڑتی ہے۔ جیسے نام تو عبدالرحمٰن لیکن اس کو پکارتے وقت مانی بنا دیا جاتا ہے۔ احمد سے احمی اور محمد سے ممی وغیرہ العیاذ باللہ۔ مسلمان کے شایان شان یہ بات نہیں جس کے ہم مرتکب ہوتے ہیں:

اللہ جل شانہ ہم کو ایسے جرم سے باز رہنے کی تلقین فرماتا ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○﴾

[الحجرات : ١١/٤٩]

''اے ایمان والو! کوئی جماعت دوسری جماعت سے مسخرا پن نہ کرے، ممکن ہے کہ یہ اس سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں سے۔ ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو برے لقب دو، ایمان کے بعد فسق برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔''

ہم کو قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ایسی قبیح حرکت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ افسوس کی

بات یہ ہے کہ ایسی حرکت کا آغاز گھر سے ہوتا ہے کہ والدین بڑے لاڈ پیار سے نام کو تبدیل کر دیتے ہیں اور پھر دوسرے لوگوں میں اسی طرح مشہور ہو جاتا ہے۔

بچوں کے ختنے کروانا:

ختنے کروانا ایک اسلامی شعار ہے اور طہارت کاملہ کا سبب بھی، انسانی فطرت بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے۔ ترمذی شریف میں حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ تمام انبیاء کی یہ سنت ہے جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ هُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً)) [1]

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ختنہ کے وقت اسّی (۸۰) برس کی عمر تھی۔''

ختنے کروانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ساتویں روز ہے جس کی وضاحت آپ ﷺ کے عمل سے ہے:

((عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ وَ خَتَنَهُمَا لِسَبْعَةِ أَيَّامٍ)) [2]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ اور ختنے ساتویں روز کیے تھے۔''

ساتویں روز ختنے کا فائدہ بھی ہے، بچے کو زیادہ تکلیف نہیں برداشت کرنی پڑتی اور آرام بھی جلدی ہو جاتا ہے۔ اگر ساتویں روز سے کسی وجہ سے مؤخر ہو جائیں تو بلوغت سے پہلے ختنے کروا دینے چاہئیں۔ ختنے کے موقع پر ہمارے معاشرے میں جہالت کی رسومات ادا کی جاتی ہیں گو ان میں کافی حد تک کمی آ چکی ہے لیکن ابھی تک بعض ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو آباؤ اجداد کی خود ساختہ رسومات کو اپنا دینی شعار سمجھ کر ان پر عمل کرتے ہیں جیسے گانے

[1] صحيح بخاری، كتاب أحاديث الانبياء حديث: ٣٣٥٦۔

[2] "حسن الاسناد" المعجم الصغير للطبرانی حديث: ٨٩٢۔ السنن الكبرىٰ للبيهقی: ٣٢٤/٧، مجمع البحرين حديث: ١٩٠٢۔

بجانے والے اور پر تکلف دعوتیں وغیرہ۔ ہماری کس قدر بدقسمتی ہے کہ نام کے مسلمان اور معمولات ہندوؤں اور لادین لوگوں کی بری رسومات پر، ان رسومات سے اجتناب ہمارے لیے بہتر بات ہے۔ ایک تو اللہ راضی دوسرا جو رقوم ان فضول اخراجات پر صرف ہوتی ہیں وہی دولت ان بچوں کی تعلیم وتربیت پر خرچ کی جائے، تو اس کا نتیجہ ہمارے اور ہماری آئندہ نسل کے لیے بہتر ہوگا۔

بچوں کو کھانے کے آداب سکھانا:

جیسے جیسے بچوں میں شعور پیدا ہوتا جائے ان کی ہر موقع پر رہنمائی کرنی ضروری ہے۔ ان کو اسلامی تعلیمات کے مطابق رکھنے کی کوشش کریں۔ ان کی ابتدائی زندگی سے ہی ان کو اسلامی ماحول مہیا کریں۔ ابتدا ہی سے ان کی عادات واخلاق کو اسلامی رنگ میں رکھیں۔ اس سے قبل کی زندگی میں والدین کی پوری توجہ ان کی پرورش میں تھی اب جبکہ بچہ ان سے تعلیم حاصل کرنے کا مستحق ہو چکا ہے۔ جہاں انہوں نے اس کی پرورش کا انتظام کرنا ہے وہاں ان کی تربیت کی ذمہ داری بھی والدین پر عائد ہوتی ہے۔ ان کو اوصاف حمیدہ کی تلقین کریں تاکہ زندگی کے ہر دور میں وہ ایک مسلمان فرد ثابت ہوں۔ جب بچے کھانا کھانے کے قابل ہو جائیں، ان کو ابتدا سے ہی اپنی نگرانی میں کھانا کھلائیں جیسا کہ اسلام نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں تربیت پانے والا بچہ خود آپؐ کا عمل بیان کرتا ہے:

« عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَانَتْ يَدِیْ تَطِيْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ وَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ وَ كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ فَمَا ذَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِیْ »[1]

---

[1] صحیح البخاری ، کتاب الاطعمة ، باب التسمية على الطعام والاكل باليمين حديث : ٥٣٧٦/٢ ـ

''عمر بن ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا بچپن رسول اللہ ﷺ کی گود میں گزارا، کھانا کھاتے وقت میرا ہاتھ برتن کے تمام اطراف میں گھومتا تھا۔ آپؐ نے مجھے فرمایا: ''اللہ کے نام پر آغاز کرو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے لقمہ اٹھاؤ۔ اس کے بعد میرے کھانے کا یہی طریقہ رہا۔''

عمر ابوسلمہ کے بیٹے تھے، ابوسلمہ جب فوت ہو گئے تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے شادی کر لی تھی اور وہ بچہ بھی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دوسری اولاد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ ماشاء اللہ کس قدر پاکیزہ تعلیمات ہیں، آپ ﷺ اپنے سوتیلے بیٹے کو گود میں بٹھا کر کھانا کھلانے کی تربیت دے رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی تربیت کا اس بچے پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ وہ طریقہ نبوی اس کی زندگی بھر کی عادت بن گئی۔ لیکن ہمارا معاملہ اس کے برعکس ہے، نہ تو ہم خود اسلامی تعلیمات کو اپناتے ہیں اور نہ ہی یہ تعلیم اولاد کو دیتے ہیں۔

اسی طرح بچوں کو گندی گلی سڑی چیزیں کھانے سے بچنے کی تلقین کرتے رہنا چاہیے اور صاف ستھری چیزیں کھانے کا حکم دیں اور کھانا کھانے کے بعد برتن کو صاف کرنے کو کہیں، اسی طرح کھانے یا پینے کی چیز ہو تو اس کو کھڑے ہو کر نہ کھائیں اور پانی وغیرہ پیتے وقت برتن میں بھی سانس نہیں لینا چاہیے بلکہ برتن کو منہ سے دور کر کے سانس لیں۔ پیتے وقت تین سانس لیں ایک سانس میں نہیں پینا چاہیے۔

اگر بچے شعور رکھتے ہوں تو ان کو کھانا کھانے کے بعد کی دعا بھی سکھائیں جو کتب احادیث میں موجود ہے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا وَ رَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَ لَا قُوَّةٍ))[1]

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری کسی کوشش اور طاقت کے بغیر مجھے کھانا عطا کیا۔''

[1] ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذ طعم: ۱۸۳/۲۔

اس دعا کے علاوہ اور بھی دعائیں ہیں ان میں سے جو بھی دعا یاد ہو پڑھ لیں۔ ان تعلیمات پر خود بھی عمل کریں اور اپنی اولاد کو بھی اپنی نگرانی میں عمل کرائیں۔

اگر بچہ بھوک پیاس یا تکلیف کی وجہ سے روتا ہو تو والدہ اسے چپ کرانے کے لیے طرح طرح کے غلط حربے استعمال کرتی ہے۔ کتے بلے سے ڈراتی ہے۔ کبھی جھوٹے وعدے دیتی ہے، میں تیرے لیے چیز لاتی ہوں۔ تیرا ابو تیرے لیے کچھ لینے گیا ہے وغیرہ۔ اگر اس کی بات حقیقت ہو تو کوئی حرج نہیں اگر حقیقت اس کے خلاف ہو اور صرف بچے کو چپ کرانا ہی مقصود ہو، نہ کوئی کتا ہو نہ بلا اور نہ ہی کوئی اور چیز تو یہ دھوکا دینے کا پروگرام ہے۔ دیکھئے کتنی غلط تربیت ہے ایک تو بار بار وعدہ خلافی، دوسرا جھوٹ اور بچے میں بزدلی بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ سب کتنے بڑے جرائم ہیں، ماں بچے کی پہلی درسگاہ ہے، اگر اسے اسی درسگاہ میں غلط درس ملا تو اس کی صحیح تربیت کہاں ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے ایسی والدہ کے لیے بہترین تعلیم فرمائی ہے:

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَتْنِيْ أُمِّيْ يَوْمًا وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِيْ بَيْتِنَا فَقَالَتْ هَا تَعَالَ أُعْطِيْكَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَرَدْتِّ اَنْ تُعْطِيْهُ فَقَالَتْ أُعْطِيْهُ تَمْرًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَمَّا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كَذِبَةً» [1]

"عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میری امی نے مجھے آواز دی۔ نبی ﷺ بھی اسی مقام پر تشریف فرما تھے۔ میری والدہ نے مجھے کچھ دینے کا وعدہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری والدہ سے پوچھا: "تیرا کیا دینے کا ارادہ ہے؟" تو میری امی نے کہا "کھجور۔" آپؐ نے فرمایا: "اگر تو اس بچے کو کوئی چیز نہ دیتی تو

[1] "حسن" سنن ابو داؤد، کتاب الادب باب التشدید فی الکذب حدیث: ۴۹۹۱۔ دیکھئے سلسلة الصحيحة: ۷۴۸۔

تیرے اعمال نامہ میں جھوٹ لکھا جاتا۔''

بول چال میں بچوں کی تربیت:

بچہ جب توتلی زبان سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہے تو والدین کے لیے انتہائی خوشی کا مقام ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں فرط محبت کی وجہ سے والدین بچہ کی غلط تربیت کر دیتے ہیں۔ لاڈ پیار میں اس کو گالیاں اور گانے وغیرہ سکھا دیتے ہیں۔ بچہ ان میں سے ایک کو گالی دے تو دوسرا خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کو بھی اسی طرح کہو بلکہ بعض مواقع پر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچہ کے ہاتھ میں چھڑی پکڑا دی جاتی ہے۔ ابو کہتا ہے کہ امی کو مارو جب وہ بچہ اپنی والدہ کو مارتا ہے تو جاہل والدین اس کو ایسی تربیت دینے میں خوشی محسوس کرتے ہیں حالانکہ نہ والدین کے لیے وہ بہتر ہے اور نہ بچے کے لیے اچھا پہلو ہے۔

بچے کی عمر کے یہ سال تربیت کے لحاظ سے بہت اہم ہوتے ہیں۔ انھی سالوں میں بچہ غلط ماحول کی وجہ سے گالی گلوچ سیکھتا ہے۔ فطرتاً بچہ کسی گالی سے واقف نہیں ہوتا، اگر اسے کوئی گالی نہ سکھائے اور نہ ہی گالی وغیرہ کی آواز اس کے کان میں پڑے تو اس کو گالی گلوچ کی عادت نہیں پڑتی۔ ہم کو گھروں میں ایسا ماحول پیدا کرنا چاہیے جو بچوں کے لیے تربیت مہیا کرے۔ ان مواقع کے لیے بھی ہمارے لیے اسلاف کی راہ نمائی موجود ہے۔ دیکھیں ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے کی کیسی تربیت کرتی ہیں:

جیسے ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے کو کلمہ شہادت کی تلقین فرماتی ہیں۔ امام ابن سعد رحمہ اللہ نے اسحاق بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنی دادی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے یہ بات نقل کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لے آئیں۔ ابوانس ان کے شوہر کہیں سفر میں گئے ہوئے تھے، واپس آئے تو کہنے لگے ((اَصَبَوْتِ؟)) ''کیا تو بے دین ہو چکی ہے۔'' تو انہوں نے جواب دیا۔((مَا صَبَوْتُ وَلٰکِنِّیْ اٰمَنْتُ بِھٰذَا الرَّجُلِ)) ''میں بے دین نہیں ہوئی بلکہ میں تو اس آدمی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ایمان لا چکی ہوں۔''

پھرانہوں نے خاوند کی مخالفت کے باوجود اپنے ننھے بیٹے انس کو تلقین کی وہ ((اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ)) کہے۔ تو انس نے ایسے ہی کیا۔ تو ابوانس کو معلوم ہوا تو کہنے لگے ((لَا تُفْسِدِیْ عَلَیَّ ابْنِیْ)) "میرے بچے کو مت بگاڑ۔" تو وہ جواب دیتیں ہیں کہ ((لَا اُفْسِدُهٗ)) کہ میں اس کو یقیناً بگاڑ نہیں رہی۔ ❶

آپ غور کریں کہ ان حالات میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے نونہال کی کیسی تربیت کر رہی ہیں۔ اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دین کی دولت کے ساتھ عزت و اکرام عطا کیا تھا بلکہ ہم تو اللہ کا شکرادا کریں کہ اللہ نے ہمیں اسلام جیسی نعمت عطا فرمائی ہے۔ ہم مل کر اپنی اولاد کو آغاز ہی سے ایسا ماحول فراہم کریں کہ بچہ زندگی کے ایک ایک اصول کی راہ نمائی حاصل کرے۔

والدین کو اولاد کے لیے ہمیشہ ایک کھلی کتاب کی طرح رہنا چاہیے۔ ان کا ہر قول وفعل ایک آئینہ کی طرح ہونا چاہیے تاکہ بچے ان کو دیکھ کر اس طرح پرورش پائیں کہ مسلمان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوں۔ انہیں گفتگو میں احترام سے بات کرنے کا عادی بنائیں۔ ایسے بچوں کی صحبت سے دور رکھیں جو بری حرکات کے مرتکب ہوں۔ ایسے بچوں کی صحبت سے بچے چوری وغیرہ کی عادات حاصل کرتے ہیں اور والدین کی غلط معاونت سے معاشرے کے برے افراد بن جاتے ہیں جیسے بچہ باہر سے کوئی چیز چرا لائے تو والدین خوش ہوتے ہیں اور اسے تلقین کرتے ہیں کہ اس کو گھر میں چھپا دو، باہر مت لے جاؤ جس کی ہوگی وہ لے جائے گا۔

اسلامی تعلیم کے مطابق تو چاہیے تھا کہ والدین بچے کو ڈانٹتے، اس کو ساتھ لے کر چیز کے مالک کے پاس جاتے، بچے کی بری عادت میں حوصلہ شکنی ہوتی، جس کی وجہ سے وہ بری خصلت سے محفوظ رہتا۔ محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی یہی تعلیم تھی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیر الوریٰ مربیٔ انسانیت حضرت محمد ﷺ نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی،

❶ طبقات کبریٰ ۸۔ سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۳۰۵۔

ان میں سے کچھ اولاد کے بارہ میں تھیں:

《 (۱) اَنفِقْ عَلٰی عَیَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ (۲) لَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدَبًا (۳) وَ اَخِفْهُمْ فِی اللّٰهِ 》[1]

''اپنی اولاد پر استطاعت کے مطابق خرچ کرو، ان کو ادب سکھانے کے لیے مارنے سے دریغ نہ کرو اور ان کو خوف خدا کی تلقین کرو۔''

نبی ﷺ کی ان نصیحت آموز باتوں میں بچوں کو آداب سکھلانے اور بری عادات سے روکنے کے لیے پیٹنے کا حکم دیا ہے لیکن ہمارا حال اس سے مختلف ہے دنیاوی نقصان پر تو اولاد کو مارنے کے لیے فوراً آمادہ ہو جاتے ہیں، دینی کوتاہی پر زبان سے بھی کچھ کہنے کو تیار نہیں ہوتے۔

بچے کو نماز کا حکم دینا:

اور جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کی عادت ڈالو، اگر دس سال کے ہو کر بھی وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کو مار کر بھی نماز پڑھانی چاہیے۔ جیسا کہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوتا ہے:

《 مُرُوا الصَّبِیَّ بِالصَّلٰوةِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِیْنَ وَ اِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَاضْرِبُوْهُ عَلَیْهَا 》[2]

''بچے کو سات برس کی عمر میں نماز کا حکم دو، جب دس برس کا ہو کر نماز نہ پڑھے تو اسے سزا دے کر نمازی بناؤ۔''

ان باتوں کی طرف ہماری توجہ بالکل نہیں ہوتی اگر گھر میں کوئی ایک فرد دین کے لیے کوشش کرتا ہے تو دوسرے گھر کے افراد اس کے لیے رکاوٹ بن جاتے ہیں، بہت کم گھر

---

[1] ''حسن'' مسند احمد حدیث : ۲۱۹۷۴۔

[2] ''حسن'' سنن ابی داؤد ، کتاب الصلوٰۃ ، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ حدیث : ۴۹۴۔

ایسے ہونگے جو اتفاق سے بچوں کی تربیت کریں۔

دوسری حدیث کے لفظ یوں ہیں:

((مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَ ھُمْ اَبْنَاءُ سَبْعَ سِنِیْنَ وَ اضْرِبُوْا عَلَیْھَا وَ ھُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَ فَرِّقُوْا بَیْنَھُمْ فِی الْمَضَاجِعِ))[1]

''اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس برس کی عمر میں مار کر نمازی بناؤ اور ان کے بستر بھی علیحدہ کر دو۔''

سبحان اللہ کتنی پیاری احتیاطی تدابیر ہیں کہ قبل از بلوغ ہی ان کو ایسا ماحول عطا کیا جائے کہ شیطان ان میں کسی قسم کے غلط تصورات پیدا نہ کر سکے۔

بچوں کا تعلیمی مرحلہ اور فضیلت علم:

علم ایک نور ہے جس سے انسان کو انسانیت کا پتہ چلتا ہے۔قرآن وحدیث میں علم اور صاحب علم کی فضیلت بہت سے مقامات پر موجود ہے۔جس علم کی فضیلت اور درجہ ہے وہ دینی علم ہی ہے۔قرآن وحدیث کا علم متبوع ہے اور باقی علوم اس کے تابع ہیں اور جو علوم دین سے برگشتہ کرنے والے ہوں مسلمان کے لیے ان کا سیکھنا ممنوع ہے۔ مثلاً علم نجوم اور جادو وغیرہ۔

اہل علم کا مرتبہ قرآن پاک میں ایک مقام پر ان الفاظ میں ہے:

﴿ اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَۃَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَۃَ رَبِّہٖ ؕ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾

[الزمر : ۹/۳۹]

''بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت میں (عبادت میں)

[1] ''حسن'' سنن ابوداؤد ، کتاب الصلوۃ : باب متیٰ یؤمر الغلام حدیث نمبر ٤٩٥۔

گزارتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو، بتاؤ تو علم والے اور بے علم کیا برابر کے ہیں؟ یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تمام انسانوں پر فوقیت عطا فرمائی تھی تو اس علم کی وجہ سے ہی تھی وگرنہ اولاد آدم جنسیت کے اعتبار سے برابر ہے، اگر درجہ ہے تو علم ہی کی وجہ سے ہے اللہ کے رسول ﷺ بھی اس کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں:

((عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهُ))[1]

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھتا اور پڑھاتا ہے۔"

عربی کا شاعر بھی اسی بات کی ترجمانی کرتا ہے۔

اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التِّمْثَالِ اَكْفَاءٌ
اَبُوْهُمْ اٰدَمُ وَ اُمُّهُمْ حَوَّاءُ
نَفْسٌ كَنَفْسٍ وَ اَرْوَاحٌ مُشَاكِلَةٌ
اَعْظُمٌ خُلِقَتْ فِيْهِمْ وَ اَعْضَاءُ
فَاِنْ يَكُنْ لَهُمْ مِنْ اَصْلِهِمْ حَسَبٌ
يُفَاخِرُوْنَ بِهٖ فَالطِّيْنُ وَ الْمَاءُ
مَا الْفَضْلُ اِلَّا لِاَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّهُمْ
عَلَى الْهُدٰى لِمَنِ اسْتَهْدٰى اَدِلَّاءُ
وَ قَدْرُ كُلِّ امْرِءٍ مَا كَانَ يُحْسِنُهٗ
وَ لِلرِّجَالِ عَلَى الْاَفْعَالِ اَسْمَاءُ

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه رقم ۵۰۲۷۔

''ظاہراً سب انسان برابر ہیں ان کے باپ آدم اور والدہ حوا ہیں ۔ سب کی جانیں ایک ہی قسم کی ہیں اور روحیں بھی ہم شکل ہیں، سب میں ہڈیاں اور اعضاء ہیں۔ اگر وہ اپنی اصلیت پر فخر کریں تو سب کی اصلیت مٹی اور پانی سے ہے۔ ہاں اگر فضیلت ہے تو اہل علم کی ہے۔ وہی طالبان ہدایت کے لیے رہنما ہوتے ہیں۔ انسان کا رتبہ ان افعال میں ہے جن کو وہ بحسن خوبی پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔''

یہ حقیقت ہے کہ جاہل انسان تو اپنے خدا کو بھی نہیں پہچان سکتا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝﴾

[فاطر : ۲۸/۳۵]

''اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں۔ اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ زبردست بخشنے والا ہے۔''

سعدی شیرازی رحمہ اللہ اسی بات کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

چوں شمع از پے علم باید گدافت
کہ بے علم نتواں خدارا شناخت
برو دامن علم گیر استوار
کہ علمت رساند بدار قرار

''شمع کی طرح علم کے لیے پگھل جانا چاہیے کیونکہ جاہل تو اپنے خدا کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ جاؤ علم کا دامن مضبوطی سے تھام لو، اس لیے کہ تیرا علم تجھے جنت میں پہنچا دے گا۔''

بچوں کی تعلیم کا آغاز قرآن کریم سے کریں:

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اعلیٰ مرتبہ و مقام حاصل کریں تو اپنی اولاد کو علم کی دولت سے

نوازیں۔ اپنے نونہالوں کی تعلیم کا آغاز قرآن پاک سے کریں۔ ہمارے ملک میں حصول تعلیم کا طریقہ دو طرح ہے۔ ایک تو گورنمنٹ کے تحت اسکول، کالجز اور یونیورسٹیاں ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہمارے مذہبی لوگ مل جل کر دینی اداروں اور مساجد مین بچوں کی تعلیم کا پروگرام کرتے ہیں۔ ان دونوں طرف سے ایسے افراد تیار نہیں ہوتے جو ہمارے حالات کو ایک اسلامی معاشرے میں تبدیل کرنے میں کوئی کردار ادا کر سکیں۔ اس لیے کہ جو پرائیویٹ دینی ادارے ہیں ان میں دنیاوی تعلیم کا فقدان ہے جس سے معاشرے میں اعلیٰ کردار ادا کیا جا سکتا ہے اور ایک وقتی ضرورت بھی ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ ہمارے معاشرے میں جو دینی جھلک نظر آتی ہے وہ انہی اداروں کی مساعیٔ جمیلہ کا نتیجہ ہے اور جو گورنمنٹ کے ادارے ہیں ان میں دنیاوی تعلیم پر تو بہت توجہ دی جاتی ہے مگر دینی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے جس کی وضاحت اگلے صفحات میں پائیں گے۔ ہماری دنیاوی تعلیم میں انگریز کا طریقۂ تعلیم حاوی ہے۔ معاشرتی طور پر ہم کو اس تعلیم سے وابستگی کرنی پڑتی ہے کیونکہ گورنمنٹ کی ملازمتیں اور بڑی بڑی پوسٹیں اسی تعلیم کی مرہون منت ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری اکثریت زیادہ سے زیادہ فیس بھی ادا کر کے اپنے معصوم بچوں کو جو ابھی اچھی طرح بولنا بھی نہیں جانتے اسی غیر اسلامی نصاب تعلیم کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اس کے برعکس دینی تعلیم کے لیے ہمارے پاس اتنا وقت بھی نہیں کہ ہم صبح وشام اپنے بچوں کو مساجد میں بھیج سکیں۔ یہی مساجد تو ہمارے لیے دینی تربیت کے لیے مراکز کی حیثیت رکھتی ہیں، ہم ان مقدس مقامات پر اپنے بچوں کو بھیجنا بھی گوارہ نہیں کرتے بلکہ قرآن پاک کے محض حروف کی شناخت کے لیے کسی مولوی یا قاری صاحب کا گھر پر ہی انتظام کر لیتے ہیں جو اپنی دنیاوی غرض کے لیے چند منٹ ڈیوٹی ادا کر کے چلتے بنتے ہیں۔ دینی تربیت ان کے نصاب تعلیم میں بھی نہیں ہوتی۔

ہم مسلمان ہیں، ہمارا ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ ہماری حکومت کو چاہیے کہ اس امتیاز کو ختم کرے جس طرح دنیاوی تعلیم پر توجہ ہے اسی طرح دینی تعلیم بھی سکولوں کالجوں میں اس طریقہ سے جاری کریں کہ جب بچے پرائمری تک پہنچیں تو ناظرہ قرآن پاک

پڑھ لیں اور مڈل تک ترجمہ مع گرائمر اور ایم اے تک تفسیر وحدیث کا علم سکھایا جائے۔

اگر حکومت یہ تبدیلی نہیں کرتی تو ہم کو چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کو بچپن میں دین کے ساتھ ایسا وابستہ کریں کہ جب وہ دنیاوی تعلیمی اداروں کا رخ کریں تو ان پر غیر اسلامی نصاب تعلیم اثر انداز نہ ہو۔ ان کو اسلامی تربیت اس حد تک دیں کہ ان کے شب وروز کے معمولات اسلامی طریقہ پر ہوں اور ان پر عمل کرنا ان کی زندگی کا معمول بن چکا ہو۔ یہ بات غلط ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں بچے کو دینی طریقے پر چلنے کے لیے مستعد نہیں کیا جا سکتا، یہ ضرور ہے کہ یہ محنت طلب کام ہے۔ قرون اولیٰ سے لے کر آج تک اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی بخاری میں باب قائم کیا ہے: باب تعلیم الصبیان للقرآن۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

((سَلُوْنِیْ عَنِ التَّفْسِیْرِ فَاِنِّیْ حَفِظْتُ الْقُرْاٰنَ وَاَنَا صَغِیْرٌ)) [1]

”مجھ سے تفسیر کے متعلق سوال کرو۔ یقیناً میں نے چھوٹی عمر میں ہی قرآن حفظ کر لیا تھا۔“

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نو برس کی عمر میں قرآن پاک کے حافظ تھے۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ ... سات سال کے قرآن کے حافظ تھے۔ اس دور کی مثالی شخصیت شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نو برس کی عمر میں قرآن کے حافظ تھے۔ ہماری اپنی اسلام کے ساتھ وابستگی نہیں تو اولاد کو کیا تربیت دیں گے۔ اگر ہم کسی وجہ سے اس رحمت سے کچھ پیچھے رہ گئے ہیں تو ہم کو اس نقصان کی تلافی اپنی اولادوں میں کر لینی چاہیے۔ کوشش کے ساتھ ان کے لیے ذہنی تربیت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس نعمت کے حصول کی وجہ سے جہاں ان کو مرتبہ و مقام حاصل ہوگا آپ بھی اس میں برابر کے شریک ہونگے۔ اس لیے ہم کو چاہیے کہ ہم بچوں کو چھوٹی عمر میں دین سکھانے میں ان پر محنت کریں تاکہ وہ بڑے ہو کر ایک مسلمان انسان بن کر اپنی زندگی گزاریں۔

---

[1] فتح الباری: ۸٤/۹۔

علامہ ابن خلدون مقدمہ میں فرماتے ہیں:

《 اِعْلَمْ اَنَّ تَعْلِيْمَ الْوِلْدَانِ لِلْقُرْآنِ شِعَارُ الدِّيْنِ اَخَذَ بِهٖ اَهْلُ الْمِلَّةِ وَ دَرَجُوْا عَلَيْهِ فِيْ جَمِيْعِ اَمْصَارِهِمْ لِمَا يَسْبِقُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ مِنْ رُسُوْخِ الْاِيْمَانِ وَ عَقَائِدِهٖ مِنْ آيَاتِ الْقُرْآنِ وَ بَعْضِ مُتُوْنِ الْحَدِيْثِ وَ صَارَ الْقُرْآنُ اَصْلَ التَّعْلِيْمِ الَّذِيْ يَبْتَنِيْ عَلَيْهِ مَا يَحْصُلُ بَعْدُ مِنَ الْمَلَكَاتِ وَ سَبَبُ ذَالِكَ اَنَّ التَّعْلِيْمَ فِي الصِّغَرِ اَشَدُّ رُسُوْخًا وَ هُوَ اَصْلٌ لِمَا بَعْدَهٗ 》[1]

''تحقیق قرآن کی تعلیم بچوں کے لیے دین کا شعار ہے، اہل دین کا یہی معمول رہا ہے تمام شہروں میں، اس لیے کہ ان کے دلوں میں سب سے پہلے دین وایمان کے عقائد راسخ ہو جائیں۔ قرآنی آیات اور بعض حدیث کے متون کی روشنی میں اور قرآن حکیم تعلیم کے اعتبار سے اصل ہو اور بعد میں جو مل کے اس بچے میں پیدا ہوں ان کی بنیاد اسی قرآن پر ہو، اس لیے کہ چھوٹی عمر میں جو تعلیم حاصل کی جائے وہ ذہنوں میں زیادہ راسخ ہوتی ہے اور مابعد کے لیے وہ اصل ہوتا ہے۔''

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے پیارے انداز میں یہ واضح کر دیا ہے کہ بچوں کو چھوٹی عمر میں ہی اسلام کے مطابق مؤدب، مہذب اور بااخلاق بنا دیا جائے تاکہ بعد کی تمام زندگی میں وہ ایک بہترین مسلمان ثابت ہوں۔ بقول شاعر ؎

قَدْ يَنْفَعُ الْاَدَبُ الْاَوْلَادُ
فِيْ صِغَرٍ وَ لَيْسَ يَنْفَعُهُمْ
مِنْ بَعْدِهٖ اَدَبٌ اِنَّ الْغُصُوْنَ
اِذَا عَدَلْتَهَا اِعْتَدَلَتْ وَ لَا
يَلِيْنُ وَ لَوْ لَيَّنْتَهٗ الْخَشَبُ

[1] مقدمہ ابن خلدون: ۵۳۸۔

''بچوں کو چھوٹی عمر میں ادب سکھانا فائدہ مند ہے۔اس کے بعد ان کو ادب سکھانے کا فائدہ نہیں۔جس طرح آپ نرم شاخ کو جب چاہیں سیدھی کر لیں اگر وہ بڑی لکڑی ہو تو نرم کرنے سے نرم نہیں ہوتی۔''

بچپن کی عمر ہی ان کی تربیت کا بہتر موقع ہوتا ہے کیونکہ صاف کپڑے کی طرح ان کے ذہن خالی ہوتے ہیں۔صاف کپڑا ہر رنگ کو قبول کرتا ہے، رنگین کو رنگنا دشوار ہوتا ہے، یہی کیفیت بچوں کی تربیت کی ہے۔

سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعلیم وتربیت کے اثرات

ہمارے ملک کے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اکثر نصاب تعلیم اور طریقۂ تعلیم اسلامی تربیت سے دور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان تعلیمی اداروں میں علم حاصل کرنے والے لڑکے اور لڑکیاں اسلامی پابندیوں سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں بلکہ ان پر مغربی ممالک کی تہذیب کا اثر غالب نظر آتا ہے۔ ان اداروں کا نصاب تعلیم بہت سی تبدیلیوں کے باوجود اسلام سے ہم آہنگ نہیں۔ اگرچہ قرآن مجید کی چند سورتیں اور بعض احادیث سبقاً پڑھائی جاتی ہیں، وہ بھی کتابوں تک محدود ہے ان کے مطابق بچوں کی تربیت کا انتظام بالکل نہیں ہے۔ قوم کے وہ نونہال جن کو معاشرے کے اچھے افراد بنانے کے لیے تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جاتا ہے وہ جب پرائمری سے نکل کر مڈل تک جاتے ہیں۔ ان سے اکثر کے حالات اسلامی نقطۂ نگاہ کے اعتبار سے ناقابل دید ہوتے ہیں۔ نہ ان کی گفتگو ایک مہذب بچے کی ہوتی ہے نہ لباس اور نہ ہی اسے اسلامی حجامت پسند آتی ہے۔ آپس میں جب ملتے ہیں تو سلام کی جگہ گالی نکالتے ہیں اور اگر گھر میں ہوتے ہیں تو والدین کے ساتھ کام کاج میں ان کی بالکل معاونت نہیں ہوتی بلکہ غریب والدین کے لیے ان کے ناز نخرے وبال جان بن جاتے ہیں۔ جوں جوں وہ جوانی میں قدم رکھتے ہیں ان کی اسلامی تربیت کی بجائے معاشرے میں ہر جانب سے انہیں برائی اور شیطانی راستے پر لگانے کے لیے مدد ملتی ہے۔ ان کے ساتھیوں کی مجلس یا گھریلو ماحول اور بازار کا منظر یہ سب ان کی غلط خواہشات کو ابھارتے ہیں۔ ان کی غلط خواہشات اس قدر بڑھ جاتی ہیں جن کو پورا کرنا ان کے والدین کی استطاعت سے باہر

ہوتا ہے پھر وہ ان خواہشات کو پورا کرنے کے لیے چوری ڈکیتی وغیرہ سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ آپ اخبارات اٹھا کر دیکھیں ان میں ہمارے تعلیمی اداروں کے نوجوانوں کے کرشمے ناقابل سماعت ہوتے ہیں۔ نمونے کے طور پر ایک بچے کی خبر جو ہمارے فیصل آباد شہر کا باشندہ ہے اور ساتویں کلاس کا طالب علم ہے، جس کی عمر صرف چودہ سال ہے، اس نے کار چوری کی جس کے جرم میں اسے گرفتار کیا گیا۔ ❶

جب میٹرک سے نکل کر وہ بچے کالجوں میں جاتے ہیں تو ہماری مغربی جمہوری طرز کی سیاست اور رنگ دکھاتی ہے، سیاسی پارٹیاں اپنے مقاصد کے لیے ان کو تعلیم سے دور کر کے اس طرح آلہ کار بناتی ہیں کہ ان کو بے دریغ روپیہ اور اسلحہ مہیا کیا جاتا ہے کہ طلباء کے ہاسٹل ناجائز اسلحہ کے ڈپو بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کتاب کی بجائے ان کے ہاتھوں میں کلاشنکوف دکھائی دیتی ہے۔ جس طرح ہماری ملکی سیاسی پارٹیاں انتخاب کے موقع پر آپس میں قتل و غارت کرتی ہیں اسی طرح کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلباء آپس میں اپنی حریف پارٹیوں پر مہلک اسلحہ استعمال کرتے ہیں جس کے نتیجے میں کئی قیمتی جانیں تعلیم کی بجائے موت کی آغوش میں پہنچ جاتی ہیں۔ اس جمہوری سیاست کے نتائج جو ملک میں سیاسی پارٹیوں کی مار دھاڑ کی صورت پیش کرتے ہیں وہی کیفیت تعلیمی اداروں میں ہوتی ہے۔

اگر اساتذہ ایسے طلباء کا محاسبہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان پر سیاسی مشیروں اور وزیروں کا دباؤ اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ اساتذہ کو مجبوراً ان کی اصلاح سے دست کش ہونا پڑتا ہے۔ اس طرح وہ اصلاح احوال سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے ہاتھوں کسی کی عزت محفوظ نہیں رہتی۔ وہ اساتذہ جو ان کے روحانی باپ ہوتے ہیں ان کو اغوا تک کر لیا جاتا ہے اور یہی حالت ان کو تعلیم حاصل کرنے کی بجائے جرائم کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ اخبارات میں یہ خبریں عام شائع ہوتی رہتی ہیں جو بیان کی محتاج نہیں۔ اس کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی طلباء کلاسوں کا بائیکاٹ کرتے ہیں تو تعلیمی اداروں میں

❶ ۱۹ فروری ۱۹۹۱ء نوائے وقت کا کالم (آٹھ بازاروں کے شہر سے)۔

ہڑتال کی نوبت تک آ جاتی ہے اور کبھی اساتذہ اپنی بے عزتی کی وجہ سے احتجاج کرتے ہیں۔ اس کی مثال بھی نوائے وقت کے کالم (تعلیمی اداروں میں کلاشنکوف کلچر کے خلاف اساتذہ کا احتجاج)

ہمارے بچوں کی تفریح طبع اور ذرائع ابلاغ:

ہمارے معاشرے میں نوجوان نسل کی تفریح طبع جن چیزوں میں ہے وہ بھی اکثر جرائم کی طرف مائل کرتی ہیں۔ سیر گاہیں کلبوں کی صورت میں نظر آتی ہیں۔ جہاں نوجوان بچے اور نوجوان بچیاں بے پردہ زیب وزینت کے ساتھ ایک دوسرے کو دعوت گناہ دیتے ہیں۔ بقول شاعر ؎

آنکھ جو دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں دنیا کیا سے کیا بن جائے گی

ہمارے پارک اور سیر گاہیں:

اگر ہم نے اپنی نئی نسل کی تفریح اور طبع دیکھنی ہو تو کسی شام کو عام چھٹی کے دن خاص طور پر کسی سیر گاہ کا رخ کریں آپ کو بہت سے عجوبات دیکھنے کو ملیں گے۔

سورج سارے دن کی ڈیوٹی کے بعد اپنے مالک و خالق کے حضور حاضری دینے کی تیاری میں ہوتا ہے۔ بندگان الٰہی باوضو ہو کر دن بھر کی خطاؤں کی معافی کے لیے مساجد کو جا رہے ہوتے ہیں لیکن ہماری نسل نو، غیر مسلم کی تہذیب کے دلدادہ بچے اور نوجوان لڑکے اور لڑکیاں نیم عریاں لباس اور انگریزی کٹنگ کیے ہوئے، نہ پتہ چلے کہ لڑکی ہے یا لڑکا، ایک دوسرے سے نظریں ملاتے، آوازے کستے، ناچتے، کودتے، شیطان کو خوش کرنے کے لیے سیر گاہوں کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔ بعض والدین بھی اس بے غیرتی میں اور اولادوں کی بری تربیت میں ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔

بچوں کو یوں تیار کیا جاتا ہے جیسے کوئی جانوروں کو تیار کر کے منڈی لے جا رہا ہو۔ واقعتاً ہی ان کی غیرت وحیا کو نیلام کرنا ہے۔ کاش! ایسے والدین اپنے محسن اعظم رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر نظر ڈالیں:

((حَدَّثَنَا اَبُوْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)) ❶

ابو مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''پہلے انبیاء کا کلام جو لوگوں تک پہنچا ہے، ان میں یہ بھی ہے کہ جب شرم وحیا نہ رہی تو پھر جو چاہے کرو۔''

سچ ہے ۔

بے حیا باش پر چہ خواہی کن

سوچیے! ہم اپنی نسلوں کو اپنے ہاتھوں کیوں تباہی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ ہم کو تو چاہیے تھا کہ مسلمان ہونے کے ناطے سے ہم ان کو اس وقت میں ساتھ لیکر عبادت کی طرف آتے۔ بچیوں کو ان کی والدہ اور بچوں کو ان کا باپ ساتھ لیکر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتا۔

لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہر معاملہ میں ہم دین سے دن بدن دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اسلام کی سب حدود کو پھلانگتے ہوئے کوئی پرواہ نہیں کرتے اور سرعام ہر گناہ کا ارتکاب کرنے سے ذرا شرم نہیں محسوس کرتے بلکہ اوروں کو بھی ایسے اعمال سے برائی کی دعوت دیتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں وارننگ دی ہے:

((عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ كُلُّ اُمَّتِيْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ)) ❷

''سالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور وہ فرماتے ہیں کہ

❶ بخاری ، کتاب الادب ، باب اذا لم تستحی ما شئت : ۲ / ۹۰٤ ـ
❷ بخاری ، کتاب الادب ، باب ستر المومن علی نفسه : ۲ /۸۹٦ ـ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرماتے تھے میری امت کے سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ بخش دے گا مگر جو لوگ اعلانیہ گناہ کرتے ہیں اللہ انہیں نہیں بخشے گا۔''

آپ غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ کے کتنے انتباہ والے الفاظ ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ ہو جائے تو ڈرنا چاہیے، اس سے تائب ہو کر معافی مانگنی چاہیے، چہ جائے کہ اس کو سر عام کیا جائے۔ البتہ ایسے لوگوں کو اللہ بعض مواقع پر لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بھی بنا دیتا ہے۔ میں آپ کو ایک بہن کی آپ بیتی ذکر کرتا ہوں اس کی داستان تو طویل ہے لیکن چند اقتباسات تحریر کرتا ہوں شاید کسی بھائی بہن کے لیے عبرت کا سبب بن جائے۔

وہ بیان کرتی ہے کہ میرا تعلق پٹھان فیملی سے ہے، ہم دس بہن بھائی ہیں۔غربت میں دن گزرتے تھے، مکان بھی تنگ تھا، ہم تمام بھائی بہنیں خوبصورت تھے۔غربت کی وجہ سے نہ سکول نہ ہی مسجد جاتے تھے۔ میں گھر میں بہن بھائیوں سے بڑی تھی۔ اپنے شوق سے لکھنا، پڑھنا سیکھ لیا اور چھوٹوں کو کچھ لکھنا پڑھنا سکھا دیا اس کے بعد وہ کبوتر بازی اور آوارگی میں لگ گئے۔ گھر میں طرح طرح کے فحش رسالے آتے وہ سب مل کر پڑھتے اور سنتے۔ ماں باپ کو صرف دنیا کے کام کاج سے فرصت نہ تھی۔ ہمارے ہمسائے میں ایک نیک اماں رہتی تھیں، وہ میری امی جان کو اپنے گھر بلواتیں اور کچھ کام کاج کرواتیں اور کچھ معاوضہ بھی دیتیں اور وصیتیں کرتیں کہ اپنے بچوں کو مسجد میں بھیجا کریں، ان کو نماز سکھائیں، تمہاری آخرت سنور جائے گی۔

امی کہتی خیر ابھی ایسی عمر ہے بڑے ہو کر خود سنور جائیں گے۔ (ہمارے اکثر لوگ ایسے ہی کلمات کہہ دیتے ہیں) زندگی رینگتی رہی، میرے رشتے آنے شروع ہو گئے۔ آخر جو جگہ متعین تھی میرا رشتہ ہو گیا۔ میرے شوہر تنویر خاں اچھے آدمی تھے اور میرے سسرال کچھ کھاتے پیتے تھے۔ میری غربت کی وجہ سے اتنی قدر نہ تھی اور میں بھی انہیں حساب سے رکھتی تھی۔ زندگی خوشیوں سے بھر گئی۔ والدین کی تنگ دستی سے نکل کر سکھ کا سانس لیا۔ وقتاً فوقتاً سکوٹر پر بیٹھ کر والدین کو مل کر واپس چلی جاتی۔ میرے سسرال بھی متوسط دیندار تھے۔ میرے شوہر ہم

کو کبھی کبھار پردے کا کہتے لیکن ہمارے کانوں پر جوں نہ رینگتی۔ کون تھا جو ہمارے راستے میں رکاوٹ بنے۔ ایک دن میرے شوہر میرے ساتھ امی کے گھر آئے۔ چھوٹے بہن بھائیوں نے آئس کریم کھانے کی فرمائش کر دی۔ ہم تمام مل کر آپس میں ہنسی مذاق کرتے۔ وہ ہماری فرمائشیں بھی پوری کرتے۔ یوں دن گزرتے گئے۔ میں ایک دن حسب معمول میکے آئی۔ میرے چھوٹے بہن بھائی میرے شوہر سے خوب ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ کرتے رہے اور میں بھی اس بے غیرتی کا خوب مشاہدہ کرتی رہی۔ میرے ماں باپ اور بہن بھائی بھی سالیوں کو آدھی گھر والیاں بنتا دیکھ کر خوش تھے کہ چھوٹے بھائی نے کہا کہ آج اتوار ہے سکول سے چھٹی ہے۔ چلو سیر کو چلیں۔ میرے شوہر بھی تیار ہو گئے۔ انہیں لاہور کے سب پارک بلکہ یوں کہیں کہ سب بے حیائی اور فحاشی کے اڈے معلوم تھے آخر ایک معروف پارک کا انتخاب ہوا۔ میرے شوہر وین کرائے پر لے آئے۔

میری بہنیں اور ان کی کچھ سہیلیاں بھی تیار ہو گئیں۔ ہم خوب بن سنور کر پارک میں پہنچ گئے۔ ہم میاں بیوی تنہا ایک گوشے میں بیٹھ گئے اور میرے میاں نے میری بہنوں اور ان کی سہیلیوں اور اپنے دوست کو ٹکٹ لے کر دے دیا تاکہ وہ ناچیں، کودیں اور خوب مزے اڑائیں۔ ایک گھنٹے کے بعد ہم نے دیکھا میری بہنیں چیخ چیخ کر بولتی چلی آ رہی تھیں اور ان کے ساتھ دو جوان لڑکے آ رہے تھے اور ان کو مذاق کرتے تھے۔ میرے میاں جلدی سے اٹھے اور ان کی طرف چل دیے۔ قریب گئے تو پتہ چلا کہ ان لڑکوں نے ان کو آوازے کسے اور چھیڑ چھاڑ کی ہے۔ تنویر کو سن کر بڑا غصہ آیا اور ان لڑکوں سے مخاطب ہو کر پوچھا تمہیں کیا تکلیف ہے؟ انہوں نے مسکرا کر جو جملہ کہا وہ اتنا نازیبا تھا کہ وہ لکھا نہیں جا سکتا۔ میرے شوہر کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اور ایک کو گریبان سے پکڑا اور اس کے سر پر جوتوں کی بارش کر دی اور دوسرا وہاں سے بھاگ نکلا۔ لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے چھڑوا دیا۔ اب اسی بدمزگی سے ہماری پکنک کا مزا کرکرا ہو گیا۔ ہم نے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ ہم سب گاڑی میں بیٹھ کر چل دیے۔ گاڑی پارکنگ سے نکل کر تھوڑی دور گئی تھی۔ ایک شخص نے اسے ہاتھ دے کر روکا۔ پھر

اچانک بجلی کی سی تیزی سے وہ دونوں جن سے پارک میں لڑائی ہوئی تھی وہ گاڑی کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ ایک کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اس نے ڈرائیور پر پستول تان کر کہا اسے نیچے اتار دو، اس کا اشارہ میرے شوہر کی طرف تھا۔ میرا دل مٹھی میں آ گیا۔ سب کے چہروں کے رنگ فق ہو گئے۔ میرے شوہر کا چہرہ پسینے میں ڈوب گیا۔ وہ غنڈے گاڑی میں گھس گئے اور میرے خاوند کو گھسیٹ کر نیچے لے آئے اور اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ آہ! وہ کتنا دردناک اور کتنا قیامت خیز لمحہ تھا۔ وہ غنڈے فوراً رفو چکر ہو گئے اور میں بھرے بازار میں لٹ گئی۔ مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ میرا سہاگ لٹ گیا۔ میں میت لے کر گھر پہنچی۔ میرے آس پاس اندھیرے ہی اندھیرے تھے۔ شیطان کتنا خوش تھا کہ اس نے دو گھر اجاڑ دیے۔ اگر ہم اسلام پہ چلتے تو اس طرح کبھی نہ لٹتے۔ اگر ہم اپنی عصمتوں کو بازار میں نہ رکھیں تو کوئی انہیں چرانے کی کوشش کیوں کرے۔ میں سوچتی رہی سوچ سوچ کر پاگل ہو گئی۔ جس روز میری عدت پوری ہوئی۔ اس روز میں ایک بچی کی ماں تھی۔ میں ان سوچوں میں گم ہو گئی کہ اس معصوم کو کیا بتاؤں کہ تیرا باپ کس نے چھینا؟ کیا کہوں گی؟ بیٹی تیرے باپ کا قاتل کون ہے؟ میں اپنی بیٹی کا معصوم چہرہ دیکھتی ہوں تو یہ سوال مجھے تڑپانے لگتا ہے۔ اس کی ننھی ننھی آنکھیں پوچھتی ہیں۔ امی میرے باپ کو کس نے مارا؟ میں نے مارا تمہارے باپ کو، میری بہنوں نے مارا، میرے ہونٹوں پر الفاظ بڑبڑانے لگتے ہیں۔ میرا میکے جانے کو دل نہیں چاہتا۔ میں اپنی بہنوں سے اب نفرت کرتی ہوں۔ مجھے ہر بے پردہ عورت سے نفرت ہے۔ جو مردوں سے حیا اور ایمان چھین لیتی ہیں۔ میں نے قرآن پاک کا ترجمہ اور حدیث کا مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ سورۂ نور، سورۂ احزاب جو مسلمان عورتوں کے لیے قلعہ ہیں، کاش میری ماں نے مجھے شروع سے اس قلعہ میں محفوظ کر دیا ہوتا۔ کاش! میں پردے کے پیچھے چھپ جاتی۔ آج اتنی دکھی نہ ہوتی۔ کاش میری مسلمان بہنیں میرے دکھ کو سمجھ سکیں اور میرے انجام سے عبرت سیکھ سکیں۔ میری آپ بیتی سے سبق سیکھیں۔ میں سب کے لیے دعا کرتی ہوں وہ میرے لیے دعا کریں۔ اور

میری بیٹی کے لیے دعا کریں کہ وہ ایسی عورت بن جائے جو مسلمان عورت ہو، اہل ایمان عورت ہو، عامل قرآن عورت ہو۔ آمین ثم آمین![1]

یہ تھی میری ایک بہن کی درد اور رقت آمیز کہانی۔ بس میں اتنا ہی کہوں گا۔

((فَاعْتَبِرُوْا يَا أُوْلِي الْأَلْبَابِ))

یہ تو ایک بہن کا واقعہ تھا، ہزاروں بہنیں ایسی ہیں جوان سیر گاہوں میں عزت و آبرو سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔ یہ ہماری دین سے دوری کا نتیجہ ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھنے آنے والی عورت کو زینت لگانے کی اجازت نہیں دی۔ ان جرائم کی آماجگاہوں میں بن سنور کر (خدا جانے وہ کون کونسی چیزیں ہیں جو زینت کے لیے استعمال ہوتی ہیں) جانے کا یہی انجام ہوگا۔ فرمان رسول ہے:

((عَنْ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَيَّتُكُنَّ خَرَجَتْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَقْرِبَنَّ طِيْبًا))[2]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جونسی عورت مسجد کی طرف آئے وہ خوشبو کو اپنے قریب تک نہ لائے۔“

اسلام نے سیر وسیاحت سے منع نہیں کیا بلکہ سیر وسیاحت میں عزتوں کی حفاظت کا درس ہے اور اللہ جل شانہ کی قدرتوں کا مشاہدہ اور گزری ہوئی قوموں کے سبق آموز نشانات کا اظہار ہوتا ہے اور جو لوگ اللہ کی زمین میں بغاوتیں کرنے والے، اس کے قوانین کو توڑنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب کے بعد لوگوں کے لیے ان کو عبرت نشان بنا کر حکم دیا ہے۔

﴿ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾

[سورہ نمل: ۲۸/۶۹]

---

1. ماخوذ از مجلہ طیبات اگست ۲۰۰۱ء عنوان گھروں کی زینت بننے والے پھول گلی گلی سڑک سڑک کیوں مسلے جانے لگے۔
2. نسائی، کتاب الزینۃ: ۲۷۷/۲، باب النهی للمرأة ان تشهدالصلوٰۃ اذا اصابت من النجور: تعلیقات سلفیہ۔

''اے محمد ﷺ! ان کو کہہ دیجیے زمین میں سیر کرو اور دیکھو کیسے انجام ہوا مجرمین کا۔''

اسی طرح جہاد جو عزتوں کی حفاظت کا پیغام بر ہے اسے بھی نبی اکرم ﷺ نے سیر و سیاحت کہا ہے۔

((عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِئْذَنْ لِیْ فِی السِّیَاحَةِ فَقَالَ اِنَّ سِیَاحَةَ اُمَّتِیْ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ))[1]

''حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سیر و سیاحت کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا: ''میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔''

میں نے بھی دیار جہاد میں اس حدیث کے مفہوم کو سمجھا جو مجاہدین کی چھاؤنیوں کا مرکز ہے۔ اللہ کے فضل سے عزتوں کی حفاظت کرنے والے دین کے سپاہی تیار ہوتے ہیں اور سرسبز و شاداب پہاڑ اور بہتے ہوئے چشمے اور ساتھ ہی گولیوں کی گرج، کفار کی گردنوں کو توڑنے، اسلام کی سربلندی کے لیے مر مٹنے والے افراد کی تیاری، ایک عجیب سا منظر پیش کرتے ہیں۔ اللہ نے وہاں مجاہدین کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا موقع دیا۔ کوئی الفاظ نہیں جن سے اس پر ایمان منظر کو پیش کرسکوں۔ ((اَللّٰهُمَّ زِدْهُمْ فَزِدْ)) ''اللہ اگر توفیق دے تو آپ بھی وہاں جا کر سیر وسیاحت کا مقصد سمجھیں۔

اخبارات اور میگزین:

اخبارات ملکی اور غیر ملکی حالات معلوم کرنے کا ایک ذریعہ ہوتے ہیں۔ مخصوص قوم اور افراد کا نقطۂ نظر بھی اپنے ماحول کلچر کی من حیث القوم نمائندگی اور اپنی تہذیب اجاگر کرنے کا ایک واسطہ ہوتے ہیں ہم ایک مسلمان ملک کے باسی ہیں۔ ہمیں ان اخبارات و رسائل کے

[1] ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی النهی عن السیاحة: ٣٤٨٦۔ حاکم، کتاب الجهاد: ٧٣/٢۔ بیهقی: ١٦١/٩۔

ذریعہ اپنی نئی نسل کی راہ نمائی میں مدد دینی چاہیے۔لیکن بدقسمتی سمجھیں کہ ہمارے روز نامے قتل وغارت، عصمت دری کے واقعات سے بھرے ہوتے ہیں اور باقی صفحات عورتوں کی رنگین مزین تصاویر کے لیے مختص ہوتے ہیں۔اگر کسی چیز کی پبلسٹی کا اشتہار ہو تو اس پر بڑے عجیب ڈیزائن میں عورت کا ہنستا ہوا چہرہ نظر آئے گا۔اگر چند ملکی خبریں ہوں گی ان پر یقین ہی نہ ہوگا اور اگر میگزین اٹھایا جائے تو ایسا معلوم ہوگا بدتمیزی اور بے حیائی کا طوفان اوراق کے سینے میں محفوظ کر دیا گیا۔ان پر انتہائی فاحشہ، نیم عریاں، ماڈل گرلز کی تصاویر پیش کی جاتیں ہیں جو نوعمر لڑکوں میں جنسی اشتعال اور بے حیائی کا سبب بنتی ہیں۔تصویر تو شرعاً ہر ذی روح چیز کی حرام ہے لیکن عورت جس کو شریعت نے ویسے بھی باپردہ رہنے کی تلقین کی ہے، افسوس آج مسلمان نے اس کو شوپیس سمجھا ہوا ہے۔

کتنی شرم کی بات ہے اور مر مٹنے کا مقام ہے۔ ہمارے اخبارات میں عورتوں کے عالمی مقابلۂ حسن کے مناظر پیش کیے جاتے ہیں۔ پوری دنیا سے خوبصورت عورتوں کو مقابلہ کی دعوت دی جاتی ہے اور ان کے حسن کا انتخاب کرنے کے لیے مرد حضرات منتخب کیے جاتے ہیں اور عورت کے جسم کے پورے اعضاء کی پیمائش کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

پھر جو حسینۂ عالم قرار دی جاتی ہے اس کی نیم عریاں تصویر تمام اخبارات پر شہ سرخی کے ساتھ اول صفحہ پر دی جاتی ہے اور نوجوان نسل کو اسلامی تعلیمات سے دور کرنے کا شیطانی جال پھیلایا جاتا ہے۔افسوس کی بات ہے ان مقابلوں میں مسلمان ممالک کی بیٹیاں بھی حصہ لیتی ہیں۔

ہماری غیرت کو نہیں للکارا! کاش! کہ کان یہ بات نہ سنتے۔ مر مٹنے کا مقام ہے۔جن دنوں میں یہ اوراق لکھ رہا تھا ان سے چند ماہ قبل کی ایک دلخراش خبر قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:

نائیجیریا میں عالمی مقابلہ حسن ہوا جس میں ۱۰۰ لڑکیوں نے حصہ لیا تو ان بے غیرت ،بے حیا ججوں میں سے کسی نے بکواس کی کہ اگر مسلمانوں کا نبی زندہ ہوتا آج کے مقابلہ کی

خوبصورت لڑکی سے شادی کر لیتا۔ (العیاذ باللہ)

مسلمان کے پاس احتجاج کے سوا کوئی چارہ رہ گیا؟ کاش! آج بھی کوئی غازی علم دین شہید ہوتا تو وہ مردود اتنی بات کہنے کی جسارت نہ کرتا۔ کتنی بے غیرتی کا مقام ہے کہ ہمارے ملک میں ایسی بے غیرت والدین کی بیٹیاں ان مقابلوں میں حصہ لینے کی بھی تیاریاں کر رہی ہیں۔

اس طرح وہ ناول جو ہمارے بچوں اور بچیوں کے ہاتھوں میں نظر آتے ہیں بلکہ کئی والدین بڑے شوق سے خرید کر لاتے ہیں۔ ان میں ایسی تصاویر اور مضامین ہوتے ہیں جن میں بچوں کی ذہنیت کو خراب کرنے کے لیے پوری وضاحت موجود ہوتی ہے۔ اکثر جوان لڑکے اور لڑکیاں ان کو بطور نصاب پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ رات کو نیند نہیں آتی جب تک اسے پڑھ نہ لیں۔ سونے کی دعائیں اسے آئیں یا نہ آئیں لیکن یہ معمول ان کی زندگی کا حصہ ہیں۔ انہی لوگوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے یوں تنبیہ فرمائی ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِیَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَ نِسَآءٌ كَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَهَا وَ اِنَّ رِیْحَهَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ كَذَا وَ كَذَا)) [1]

”حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اہل نار کی دو قسمیں ہیں، جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جن کے پاس کوڑے ہوں گے بیلوں کے دموں کی طرح، جن کے ساتھ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسری وہ عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہننے کے باوجود بھی ننگی ہوں گی اوروں کو اپنی

[1] مسلم ، کتاب اللباس والزینة ، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات۔

طرف مائل کرنے والی اور خود اوروں کی طرف مائل ہونے والی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے۔ وہ جنت میں نہ جائیں گی بلکہ ان کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی حالانکہ جنت کی خوشبو تو کئی میلوں دور سے آئے گی۔"

میں حدیث کی وضاحت کی طرف نہیں جاتا، اتنی ضرور گزارش کروں گا کہ میری وہ بہنیں جو اپنی اولاد کو اس قسم کا لٹریچر مہیا کر کے ان کی زندگی کو تباہ کر رہی ہیں وہ ایک اسلامی ماں ہونے کے اعتبار سے آپ اور اپنی اولاد کو اس وعید سے بچائیں۔

اور اس بات پر نظر رکھیں کہ ہمارے ہونہار کون سا لٹریچر پڑھتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ناولوں میں پڑھتے ہوئے عشقیہ ڈراموں سے اپنی زندگی کو غلط راستے پر لگا کر خود بھی برباد ہوں اور والدین کے لیے بھی ذلت و رسوائی کا سبب بنیں۔ معاشرے کے ماحول پر نظر ڈالیں تو آپ کو بڑے بڑے پریشان والدین نظر آئیں گے جو ایسی اولاد کے نہ ہونے کی خواہش کریں گے۔ ایسے بہت سے واقعات اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

آلات موسیقی کے برے اثرات:

ہمارے معاشرے کی نوجوان نسل کو اسلامی شاہراہ سے دور کرنے میں جو رول ان آلات نے ادا کیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ جب یہ شیطانی جال موجود نہ تھے نوجوان طبقے میں اس قدر بے راہ روی، بے حیائی، جنسی جذبات، لباس، حجامت میں فیشن اور ناز و نخرہ نہ تھا۔ وہ دور تھا نوجوان بچیوں میں اس قدر شرم وحیا ہوتا کہ اپنے گھر میں بھی زینت والا لباس نہ پہنتی تھیں کہ والدین اور بھائی مجھے شک کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔ لڑکیاں تو اپنے مقام پر لڑکوں میں حیا ہوتا تھا۔ وہ بھی ننگے سر عام بازاروں میں گھومتے نظر نہ آتے تھے۔ ان آلات کی جوں جوں ترویج ہوئی، معاملہ بڑھتا گیا۔ ایک وقت تھا منچلے اپنی روح کی تسکین کے لیے ڈھول نقلیں وغیرہ دیہات محلّہ کی حدود سے باہر کرواتے تھے اور اکثریت اس کو بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتی

تھی بلکہ گانے اور ڈھول والوں کو معیوب ناموں سے موسوم کرتے تھے۔ کنجر، ڈوم، بھنڈ وغیرہ کہتے تھے۔

لیکن رفتہ رفتہ یہ برائی بڑھتی ہوئی ریڈیو کی صورت میں نمودار ہوئی۔ کچھ ہی لوگ تھے جنہوں نے اس کو گھر میں جگہ دی لیکن اکثریت اس سے متنفر تھی۔ جو کوئی گھر میں خرید کر لاتا، لوگ کہتے یہ لوگ کتنے بے غیرت ہیں ریڈیو پر گانے سنتے ہیں ان کو شرم کیوں نہیں آتی۔ حالانکہ اس وقت اس پر اتنے فحش پروگرام نہیں ہوتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ بعد ٹیپ ریکارڈر کے نام سے ایک آلہ نکلا، وہ بھی خال خال لوگوں کے پاس تھا۔ کبھی کبھی اس کو چلاتے لیکن بڑوں کے ڈر سے اسے بلند آواز سے نہیں چلاتے تھے اور عورتوں سے اسے دور رکھا جاتا تھا بلکہ شریف خاندان تو اس کو گھر میں داخل ہی نہیں ہونے دیتے تھے اور یہ ذہن تھا کہ فحش گانے اور پیار و محبت کی باتیں ہوتی ہیں۔ جس سے ہماری اولاد کے اخلاق بگڑتے ہیں، شرم و حیا باقی نہ رہے گی۔ ابھی اس گناہ کی موت واقع نہیں ہوئی تھی کہ غیر مسلم نے اپنی تہذیب مسلمانوں میں پہنچانے کے لیے ٹی وی کی لعنت عطا کر دی۔

ٹیلی ویژن:

ٹیلیویژن ۱۹۲۸ء میں امریکہ نے ایجاد کیا۔ یہ وہ آلہ ہے جس میں صوت، صورت اور حرکت جمع ہوتے ہیں۔ ریڈیو کی نسبت اس کے اثرات زیادہ ہیں کیونکہ اس میں واقعہ کی منظر کشی اپنی اصلی صورت میں واضح ہوتی ہے۔ عیسائی دنیا نے اس کی مدد سے اپنی تہذیب اور کلچر بڑی تیزی سے پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ ہمارا ملک جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، جس کے حصول کے لیے لاکھوں قربانیاں دینی پڑیں لیکن افسوس آج تک اس میں اسلام نہ آیا اور ذرائع ابلاغ پر کوئی اسلامی قانون کی گرفت نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے ہر قسم کے پروگرام ٹیلیویژن پر کاسٹ کیے جاتے ہیں۔ جس کے اثرات عموماً سارے معاشرے پر اور خصوصاً نوجوان نسل پر مرتب ہوتے ہیں۔ اگر ٹیلیویژن کے پروگراموں کا جائزہ لیا جائے یقیناً اسلامی،

اخلاقی اور تاریخی اقدار کے لحاظ سے بہت خطرناک اور تباہ کن ہیں۔ چنانچہ اگر ہم موجودہ کاسٹ ہونے والے پروگراموں پر نظر ڈالیں تو حقیقت بخوبی آشکار ہو جائے گی کہ ٹی وی کے روزمرہ کے پروگرام اخلاق سے عاری اور شرم وحیا سے دور، ڈراموں، سلسلہ وار فیچروں، جذبات بھڑکانے والے گانوں اور اخلاق سوز مناظر سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں حتیٰ کہ کارٹون جو بچوں کے لیے ہوتے ہیں وہ بھی حیا سوز مناظر سے پاک نہیں ہوتے۔

ٹیلیویژن کی نظر میں اہل علم اور اسلامی شخصیات کی برائے نام حیثیت ہے۔ اصل اہمیت فنکاروں کو حاصل ہے۔ ٹی وی اداکاروں، رقاصاؤں اور کھلاڑیوں کو فنکار سمجھا جاتا ہے۔ اور شب و روز انہیں کی اہمیت کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ ان کے پروگرام نشر کیے جاتے ہیں بلکہ بڑے اہتمام کے ساتھ اور بڑے خوشنما اور پرکشش اسلوب میں ان کے انٹرویو نشر کیے جاتے ہیں۔ اس تمام مہم کا مقصد یہی ثابت کرنا ہوتا ہے کہ نسل نو کے رہنما اور مقتدا یہی فنکار ہیں۔

ڈراموں کے دوران بہت سے حرام کاموں اور برائیوں کا پرچار کیا جاتا ہے۔ مثلاً اداکاروں کو شراب اور سگریٹ نوشی کرتے دکھایا جاتا ہے۔ ہا، ہو ہوتی ہے اور بدمعاشوں کے طریقہ پر منہ بنا کر کھینچ کھینچ کر گایا جاتا ہے اور مقصود یہ کہ نوجوان ان ڈراموں کے فاسقوں کی تقلید کریں۔

دیکھیں ایک دن ڈرامہ ہو رہا ہے ایک لڑکی جس کے فرضی کئی خاوند، اس ڈرامے میں کسی کی بیوی اور کل کو دوسرے میں اس کی ماں کا کردار ادا کر رہی ہے۔ تیسرے ڈرامے میں کسی کے ساتھ آشنائی کرتی ہوئی دکھائی جاتی ہے۔ چوتھے میں کسی اور کی محبوبہ ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ ڈرامہ کئی کئی دن چلتا رہتا ہے۔ اب اسی طرح ڈراموں میں کام کرتے کرتے بیسیوں فرضی خاوند۔ کیا یہ بے حیائی نہیں ہے؟ کیا یہ گمراہی نہیں ہے؟ کیا ان کے گندے کردار سے تمہاری ٹی وی دیکھنے والی اولاد پر اثر نہ پڑے گا اور ان میں کئی لڑکیاں شادی شدہ بھی ہوتی ہیں۔ اب ڈرامے میں وہ کسی دوسرے کی بیوی بنتا دیکھتا ہے، کیا بے غیرتی کی حد نہیں ہوگئی؟ ٹیلیویژن

پر تو یہ ڈرامے وقت پر کاسٹ ہوتے تھے۔ لیکن وی سی آر نے آ کر اس کو اور عام کر دیا۔ وی سی آر ایک ایسی لعنت کے طور پر ہماری نسل کو مل گئی کہ کوئی فیکٹری، مل، دوکان اس سے خالی نہیں رہی اور خاص کر ہوٹل اور چائے کی دکانیں تو ان کاموں کے لیے ہر وقت نسل کی بدتمیزی میں کردار ادا کر رہے ہیں۔ وہ والدین جو اپنے نوجوان بچوں کو کمائی کی غرض سے بھیجتے ہیں وہ سارا دن ان ہوٹلوں اور چائے کی دکانوں کا چکر کاٹتے رہتے ہیں۔ اگر چار پیسے کما لیے وہ ان جگہوں پر ضائع کر کے گھر چلے آتے ہیں۔ والدین اکثر سرزنش کریں تو گھر چھوڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ابھی اس لعنت کی والدین کے لیے پریشانی تھی تو مغرب نے اپنی تہذیب دینے کے لیے ہم کو ڈش انٹینا کا تحفہ عطا کر دیا۔ پوری دنیا کی بدمعاشی ایک مسلمان گھر جو ادب و حیا کا گہوارہ تھا۔ ہماری نسل سے ایک ایک دینی بات کا اثر زائل کرنے لیے یہ کفار کی سازش کامیاب نظر آتی ہے۔

ہماری حالت یہ ہے کہ ان آلات سے نفرت کی بجائے خود خرید کر اپنی اولاد کو تباہ و برباد کرنے کے لیے گھروں کی زینت بناتے ہیں اور اپنے آپ کو ان بدنصیبوں میں داخل کر رہے ہیں۔ جس کے بارے میں قرآن کریم خبر دے رہا ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾

[سورة لقمان ٦/٣١]

”اور لوگوں میں ایسا بھی ہوتا ہے جو بے ہودگی اس لیے خریدتا ہے کہ جہالت کی وجہ سے اللہ کی راہ سے بہکائے اور اس کا مذاق اڑائے، ایسے لوگوں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

اللہ جل شانہ بھی ہم کو ایسے آلات گھروں میں رکھنے کی وجہ سے رسوائی کے عذاب کا پیغام دے اور اپنی ناراضگی کا اظہار کرے لیکن ہمیں کوئی فکر نہیں کہ دنیا میں ہماری اولاد خراب اور آخرت میں رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ڈش نے کفر کی گندی تہذیب پھیلانے میں کسر نہ چھوڑی تھی تو مغربی دنیا خوش کہ مسلمانوں کی نسل کو اپنے جال میں پھنسانے میں کامیاب ہیں۔ تو اس کے بعد اور بے حیائی پھیلانے کے لیے ہم کو کیبل سستے داموں گھر گھر پہنچائی گئی۔ جس میں بالکل عریاں فلمیں دکھائی جاتی ہیں اور اس کے کئی کئی چینل رات گئے تک چلتے رہتے ہیں۔ ہمارے نوجوان ان کو دیکھنے کے اس قدر عادی بن چکے ہیں کہ راتیں بھی گھر سے باہر بسر کرتے ہیں۔ ایک مسلمان انسان بننے کی بجائے غلیظ سے غلیظ تر ماحول میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہر برائی اس کی زندگی کا حصہ بن جاتی ہے۔ ڈش پر پہلے پانچ، چھ چینل تھے جبکہ کیبل پر ۱۰۰ سے بھی زیادہ چینل دکھائے جاتے ہیں۔ جس میں بھارتی فلمیں روزانہ کئی کئی مرتبہ دکھانے سے نوجوان نسل پر انتہائی برے اثرات نظر آ رہے ہیں۔ شادی سے قبل کے بازاری پیار، محبت اور زنا، زیادتی کے واقعات بڑھنے میں کیبل نیٹ ورک کا بڑا ہاتھ ہے۔ کیبل کا فحش اخلاقی مواد دیکھ کر نوجوان لڑکے، لڑکیوں کی بڑھتی ہوئی جنسی ہوس کے برے اثرات سے ہمارا گھر، محلّہ اور معاشرہ بری طرح آلودہ ہو رہا ہے۔ نوجوان سکرین پر دیکھے جانے والی چیزوں کا آخر پریکٹیکل کی کوشش کرتے ہیں۔ جن کا ذکر آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

ٹی وی، ڈش اور کیبل نیٹ وغیرہ کے ہماری نسل نو پر اثرات:

ریڈیو، ٹی وی، ڈش وغیرہ معلومات کے حصول اور تفریح طبع سمجھ کر استعمال کیے جاتے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی میں ان کے فوائد بھی ذکر کیے جاتے ہیں لیکن ہماری معلومات کی حد تک تو ﴿ اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا ﴾ والی بات ہے کہ ان کے نفع سے نقصان زیادہ ہے، جن سے چند ایک نقصانات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

❄ غیر شرعی لباس وحجامت:

ٹی وی، وی سی آر، کیبل وغیرہ وہ میڈیا ہے جس نے ۹۰ فیصد عورتوں کے سروں سے برقعہ اتروا دیا ہے۔ ہمارے بچے ڈراموں اور ڈانس ناچ میں جن بے حیا فن کاروں کو جس وضع

قطع میں دیکھتے ہیں، وہی اختیار کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ جس فیشن میں وہ نیم عریاں نظر آئیں۔ ہماری نسل بھی اسے اختیار کرتی نظر آتی ہے۔ لباس میں عموماً نوجوان کے ٹخنے ڈھانپے ہوئے ہوں گے اور بچیوں کے ٹخنے ننگے ہوں گے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ بچے اور بچیاں اس قدر تنگ لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں کہ جسم کا ایک ایک عضو عریانی کی صورت پیش کرتا ہے اور اسی طرح حجامت میں لڑکوں اور لڑکیوں کا فرق مٹتا نظر آ رہا ہے۔ حالانکہ ہمارے لیے ہماری شریعت نے یہ امتیاز رکھا ہے کہ تم غیر مسلموں سے مشابہت نہ رکھو، بلکہ فرمایا کہ:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) ❶

''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہوگا۔''

اب ایک تو ان غیر مسلم ایکٹروں کی مشابہت کر کے انکے ساتھی بنیں، دوسری حدیث میں فرمایا:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ لَعَنَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ وَالْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ)) ❷

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کرنے والی ہیں اور ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت رکھنے والے ہیں۔''

اب حدیث میں وہ مشابہت خواہ لباس میں ہو، حجامت میں ہو، بول چال میں ہو۔ ہر لحاظ سے وہ آپ کی زبان سے ملعون ٹھہریں گے۔ ہمارے معاشرے میں عام رواج بنتا جا رہا ہے حتیٰ کہ بڑے بڑے دین دار گھرانے بھی اس کی لپیٹ میں آئے ہوئے ہیں۔ سچ ہے کہ ؎

❶ مسند احمد : ۲/ ۹۲۵۰۔ زادالمعاد : ۱/ ۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ : ۷/ ۱۵۰۔

❷ ابو داؤد، کتاب اللباس، باب في لباس النساء حديث: ۳۵۷٤۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں ہو تم نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

❄ شرم وحیا کا فقدان:

ہمارے معاشرے کی ان آلات کی آمد سے پہلے یہ کیفیت تھی کہ بچیوں میں حیا اس قدر تھا جوان ہو کر بھی والدین کے گھر سک، سرمہ اور نیا کپڑا پہننا اچھا نہیں سمجھتی تھیں۔ اگر کسی شادی عید کے موقع پر ایسا کر بھی لیتیں تو بھائیوں کے سامنے نہ ہوتیں تھیں اور اس کی شادی کی نوبت آتی تو نکاح کے موقع پر شرم وحیا کی وجہ سے اپنی زبان سے ہاں کا لفظ بھی ادا نہیں کرتی تھیں بلکہ خاموشی اختیار رکھتیں لیکن اب ان آلات کا اتنا اثر کہ سکرین کے عشقیہ ڈراموں نے یہاں تک نوبت پہنچا دی ہے کہ لڑکی والدین کو خود کہہ رہی ہے کہ میری شادی محلّہ کے فلاں اوباش سے کرنا ہو گی۔ والدین اور بھائی بے چارے سوچوں میں کھو جاتے ہیں کہ کیا ہماری عزت خاک میں ملا دی جائے گی۔ تو وہ بے حیائی میں اس قدر بڑھی ہوئی نظر آئے گی، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو میں خود شادی کروا لونگی یعنی لومیرج، اگر تم آڑے آئے تو خودکشی کر لوں گی۔ والدین کے لیے " نہ جائے رفتن نہ پائے ماند "کی بات بنتی ہے۔ اس کی مثالیں روزانہ اخبارات میں آتی رہتی ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ بعد میں پریشان ہونے کی بجائے پہلے سد باب کریں۔

❄ بڑوں کا احترام ختم:

مزاحیہ ڈراموں سے بچوں کی یہ کیفیت ہو چکی ہے کہ بڑوں کا احترام جو ایک انسانی حق اور شریعت کا حکم تھا آج نظر نہیں آ رہا۔ ان آلات سے پہلے ہمارے گھروں کی یہ کیفیت تھی کہ گھر میں بچے کھیلتے ہوتے تو والد یا بڑا بھائی آتا تو خاموشی چھا جاتی۔ بڑوں کے ساتھ چارپائی پر بیٹھنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آج ان محسنین کے بارے میں نئی نسل کا یہ خیال

ہے کہ ان کو تو بات کا سلیقہ نہیں۔ بعض تو والدین کو جھڑک دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ دنیا کہیں چلی گئی اور تمہاری حالت ایسے ہی رہے گی۔

وہ اساتذہ جو ان کے مربی ہوتے ہیں ان کو مذاق کیے جاتے ہیں اور ڈراموں میں ان اداکاروں کے نام اساتذہ اور بزرگوں کے رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ نے تو فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صِغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ شَرْفَ كِبِيْرَنَا)) ❶

''جو چھوٹے پر رحم نہ کرے اور بڑے کا اکرام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔''

❄ نوجوان نسل میں چوری، ڈاکے، قتل وغیرہ:

ماحول بھی ان کو اکثر فلموں میں دیکھنے کو ملتا ہے کہ سکرین پر گولی چلتی نظر آتی ہے۔ اور کچھ فن کار ڈاکہ مارتے دکھائے جاتے ہیں۔ کسی دانشور کا قول ہے کہ یہ کہنا درست ہے کہ جیل خانے مجرموں کی تربیت کا کام دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ ٹی وی، کیبل وغیرہ بچوں کو جرائم کے خطوط پر نشو ونما دینے والی تربیت گاہ ہے۔ پچھلے دنوں فیصل آباد میں چند نوجوان لڑکے ایک ڈاکہ کے کیس میں گرفتار ہوئے اور وہ کالج کے لڑکے تھے۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے یہ حرکت فلمی ڈراموں سے سیکھی۔ ہمارے ملک کی ہی بات نہیں بلکہ بین الاقوامی سروے کے مطابق ۴۰ فیصد نوجوانوں نے جرائم انہیں ڈراموں ناولوں اور فلم بینی سے اخذ کیے ہیں۔

جرمنی میں بارہ سال کی عمر کی دو لڑکیوں نے ایک ایسے بچے کو قتل کر دیا جس کو وہ جانتی تک نہ تھیں۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ انہوں نے ایک دن پہلے ٹی وی پر ایک فلم دیکھی تھی جس کا اختتام فلم کے ہیرو کے قتل پر ہوا تھا۔ ❷

اس کے علاوہ ایسی ہزاروں مثالیں ہیں۔ اگر اسی نسل کی تربیت اسلامی طرز پر کی گئی ہوتی

---

❶ ''حدیث صحیح ''سنن ابی داؤد ، کتاب الادب، باب فی الرحمة وسنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة صبیان حدیث: ٤٢٩٢۔

❷ اسلام اور ذرائع ابلاغ: قطب الدین نجار ۔ ترجمہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی: ۸٤۔

تو ان کو معلوم ہوتا کہ چوری کی کیا سزا ہے، ڈاکہ کتنا بڑا جرم ہے اور ناحق قتل ایسا کبیرہ گناہ جو ناقابل معافی ہے۔ تو ان میں ایسی حرکات کرنے کی جسارت نہ ہو۔

❄ جنسی جذبات:

ہمارے معاشرے میں بچوں میں جنسی جذبات بھڑکانے میں بہت سے عوامل کارفرما ہیں۔ جن کی وجہ سے ہماری نسل نو جنسی بے اعتدالی کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ٹی وی، وی سی آر اور کیبل نیٹ ورک پر چلنے والی ننگی فلمیں، فحش گانے، ناچ اور اخلاق سے عاری پروگرام، اخبارات و رسائل اور ڈائجسٹ پر شائع ہونے والی عشقیہ کہانیاں اور مزین تصاویر، رقاصاؤں کی مختلف اداؤں کے ساتھ بنی ہوئی فلمی دنیا کے اشتہارات، نوجوان نسل کو جنسی ہیجان کی طرف دھکیلنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں لیکن ہمارا مخلوط طرز زندگی اور مخلوط تعلیمی ماحول جلتی پر تیل کا کام دیتا ہے۔

سکرین پر عشقیہ ڈراموں کے مناظر اور دولتوں کے جلوؤں کے تخیلات جو ہمہ وقت بے چین رکھتے ہیں۔ وہ گھروں میں سرعام آنے جانے والے کزنوں اور تعلیمی اداروں میں کلاس فیلوز پر پریکٹیکل کا ماحول پیدا کرتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

جو بچے لیلیٰ مجنوں کے رومانوی کردار کو عملی جامہ پہنچانے کے شوقین بن جائیں ان کے عاشقانہ جذبات انہیں مقصد زندگی بھلا کر شاہراہ عشق کے مسافر بنا دیتے ہیں۔ وہ عشق کی وادیوں میں اس قدر کھو جاتے ہیں ک کسی کی پرواہ کیے بغیر اپنی جان کی بازی لگانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

راولپنڈی سے ایک عاشقہ لکھتی ہے کہ میں اپنے کزن سے پیار کرتی ہوں، ہماری آپس میں ملاقات رہتی ہے اور وہ بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ ہم ایک ساتھ جینا چاہتے ہیں۔ لیکن والدین حائل ہوتے ہیں۔ اس نے تو اپنے والدین کو راضی کر لیا لیکن میرے والدین عزت کا مسئلہ بنائے بیٹھے ہیں لیکن میں اپنے محبوب کے لیے ہر قدم اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ [1]

[1] اخبار جہاں ۱۸ مئی ۲۰۰۳ء۔

میرے محلے میں بھی اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا۔ جس کی داستان یوں ہے کہ میں نے خطبہ جمعہ میں زنا کی قباحت اور زانی کی دنیا اور آخرت میں سزا کا ذکر کیا۔ شام کو میرے دروازے پر ایک نوجوان نے دستک دی۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا تو ایک داڑھی مونڈھا جوان پریشانی کے عالم میں کھڑا تھا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے۔ کہنے لگا آپ وقت دیں میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا بتاؤ کیا معاملہ ہے۔ کہنے لگا ذرا بیٹھ کر بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو جانتا نہیں آپ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ میں تو جانتا ہوں۔ خیر جب اس نے مجھے مطمئن کیا، میں نے بیٹھک کا دروازہ کھول کر اسے بٹھایا تو اس نے روتے ہوئے مجھے اپنا واقعہ بتایا کہ جب سے میں نے آپ کا خطبہ سنا ہے، پریشان ہوں۔ اتفاق سے میں دوست کے ساتھ پہلے دن ہی جمعہ ادا کرنے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے کہا بات کیا ہے۔ کہنے لگا میری ایک کزن ہے، ہمارے رشتہ داری کی وجہ سے گھروں میں آنا جانا ہے اور پردہ کا ہم میں رواج ہی نہیں، ہم اکٹھے فلمیں بھی دیکھتے ہیں۔ میرے اس کے ساتھ تعلقات ہو گئے پھر والدین نے ہماری منگنی بھی کر دی۔ لیکن شادی سے قبل ہی ہمارے ازواجی تعلقات ہیں۔ اب مسئلہ سن کر اللہ نے سمجھ دی۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اس جرم سے نجات حاصل کر لوں اور ہماری شادی کا کیا بنے گا۔ خیر میں نے اسے مسئلہ تو سمجھایا وہ چلا گیا۔ دوسرے دن پھر آ گیا۔ کہنے لگا میں پریشان ہوں۔ میں نے کہا میرے بھائی! اللہ نے تجھ پر احسان کیا تجھے توبہ کی توفیق دی۔ اگر شرعی سزا ہوتی تو تجھے ۱۰۰ کوڑے لگتے، تیرا جرم معاف ہو جاتا۔ اب اللہ سے معافی مانگ۔ پھر میں نے اسے جہاد پر بھیج دیا۔ آج اللہ اس سے اپنے دین کا کام لے رہا ہے۔

یہ تو ایک دو مثالیں ہیں لیکن ہمارے معاشرے میں ایسے ہزاروں واقعات ہوتے رہتے ہیں جن سے دونوں گھر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ بزرگوں کی عزتیں خاک میں مل جاتی ہیں۔ اسی طرح مخلوط تعلیمی اداروں میں بہت سے واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ علم کی روشنی حاصل کرنے والے طلباء اور طالبات عشق کے اندھیرے میں گم ہو کر ایسی داستانیں رقم کرتے ہیں

کہ رہتی زندگی خاندانوں کے لیے شرم و حیا سے سر جھکا دیتے ہیں۔ چند سال پہلے کا واقعہ ہے۔ زرعی یونیورسٹی سے ایک طالبہ اور طالب کا کالج میں معاشقہ ہو گیا اور سب طلبہ کو علم تھا۔ جب سارے ہی ایسے ہوں تو پھر کسی کو کوئی شرم وحیا نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ گراؤنڈ میں بیٹھے آپس میں چند ساتھیوں سمیت مجلس عروسی سجالی۔ ایک مولوی صاحب بنے دوسرے براتی بنے۔ شام کو وہ طالب علم بیوی کے ساتھ گھر۔ لڑکی والوں نے انتظار کیا لڑکی نہ آئی۔ والدین پریشان ہوئے۔ صبح کو لڑکی فون کرتی ہے کہ امی پریشان نہ ہونا میں نے شادی کرا لی ہے۔ کل کو ہم دونوں گھر آئیں گے۔ والدین دیندار تھے۔ انتہائی پریشان ہوئے اور ایک رشتہ دار کو بچی لانے کو بھیجا۔ لیکن وہ تو آنے کو تیار نہ تھی۔ دونوں گھروں کے بزرگوں نے معاملہ سلجھانے کی کوشش کی۔ ہمارے پاس مدرسہ میں یہ مسئلہ آیا۔ ہم نے کہا کہ یہ نکاح بالکل ناجائز اور یہ طریقہ مسلمانوں والا نہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ ولی کے بغیر نکاح درست نہیں۔

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّمَا اِمْرَأَةٌ نَكَحَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ اِلىٰ آخِرِهِ))[1]

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جونسی عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ نے یہ لفظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔“

اندازہ لگائیں کس قدر آپ ﷺ نے تاکید کی ہے۔ اگر کوئی بے حیا جانوروں کی طرح جس کے ساتھ مرضی بے غیرتی کرتی رہے تو ایسی عورت کو اسلامی عورت نہیں بلکہ فاحشہ کہا جائے گا۔

ہمارے روز مرہ کے اخبارات میں ایسے بہت سے واقعات ہوتے رہتے ہیں جن کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ کتنی شرم کی بات ہے کہ شریعت کو چھوڑ کر ایسے شیطانی راستے کو

[1] ابو داؤد: ۲۰۸۳۔ ترمذی: ۲۰٤/۱ ارواء الغلیل: ۱۸٤۰/٦۔

اپنایا جاتا ہے جو دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب کا سبب بنے گا۔ اسی لیے تو اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

[سورہ نور : آیت ۱۹ پارہ ۱۸]

''بے شک وہ لوگ جو ایمان والوں میں بے حیائی پھیلاتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

یہ حقیقت ہے کہ جو نوجوان عشقیہ ڈراموں اور گانوں سے متاثر ہو کر بے حیائی کے راستے پر چل نکلتے ہیں کبھی تو وہ خودکشی کی موت مرتے ہیں یا غیرت کی وجہ سے ان کے بھائی رشتہ دار انہیں ختم کر دیتے ہیں اور علاقہ سے فرار ہو کر ایسے جوڑے والدین اور بہن بھائیوں کی محبت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ دنیا میں عذاب نہیں تو اور کیا ہے اور ہمیشہ برے ماحول میں رہنے کی وجہ سے دل اس قدر زنگ آلود ہو جاتے ہیں کہ گناہ ان کے نزدیک گناہ نہیں رہتا اور وہ زندگی کا ایک حصہ بن جاتا ہے، جب برائی کا دل سے احساس جاتا رہے۔ جب تک وہ گناہ کو گناہ محسوس نہیں کرے گا تو ایسی صورت میں توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی، جب تک اس برائی کو ترک نہ کرے۔ ابن مبارک نے سچ فرمایا:

رَأَيْتُ الذُّنُوْبَ تُمِيْتُ الْقُلُوْبَ
وَ قَدْ يُوْرِثُ الذُّلَّ اَدْمَانُهَا
وَ تَرْكُ الذُّنُوْبِ حَيَاةُ الْقُلُوْبِ
وَخَيْرٌ لِنَفْسِكَ عِصْيَانُهَا

''میں نے دیکھا ہے کہ گناہ دلوں کو مردہ کر ڈالتے ہیں۔ اس کی کثرت سے ذلت و اہانت جاگزیں ہو جاتی ہے۔ گناہ کا چھوڑ دینا دلوں کی زندگی کا سبب ہے۔ تیرے

لیے بہتر یہی ہے کہ تو اپنے نفس کے خلاف چل، اللہ ہمیں اور ہماری اولادوں کو ایسی ذلت سے محفوظ فرمائے۔''

کمپیوٹر:

کمپیوٹر کا شمار جدید ترین ٹیکنالوجی میں ہوتا ہے اور یہ وہ سہولت ہے جس سے مغربی ممالک کے ساتھ ساتھ مشرقی ممالک بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ تازہ ترین خبریں اور حالات حاضرہ سے واقفیت آسان ہوگئی ہے۔ ٹیلیویژن کی نسبت اس میں 24 گھنٹے رابطہ کی سہولت موجود ہے۔ ابلاغ کا تیز ترین طریقہ ای میل کی شکل میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں فیکس کی سہولت بھی اس میں استعمال کی جا سکتی ہے۔ جدید تحقیق اب کوئی مسئلہ نہیں ، دور سے دور رابطے کا سستا اور تیز ترین ذریعہ ہے۔ آپ کے رشتے دار دنیا کے کسی بھی حصے میں ہوں آپ فوری رابطہ کر سکتے ہیں اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ اس سے تعمیری اور تبلیغی کام بھی لیے جا سکتے ہیں۔

ان تمام فوائد کے باوجود ہمارے پاس کمپیوٹر کے بارے میں تلخ حقائق بھی موجود ہیں۔ جن کو کسی طور پر بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ سب سے پہلے تو یہ بات ہے کہ اس کو استعمال کرنے والے اکثر کم عمر اور نوجوان ہیں۔ ان کے والدین اس کے غلط استعمال کے بارے میں واقفیت نہیں رکھتے۔ وہ مطمئن ہیں کہ ہمارے بچے جدید علم سے روشناس ہو رہے ہیں۔ جب کہ انہیں معلوم نہں کہ اس مشین کا استعمال ۹۰ فیصد فحش وعریاں ویب سائٹس کھولنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ کمپیوٹر پر ٹی وی، کیبل بھی لگا سکتے ہیں۔ اور مرضی کی فلم کی سی ڈی بھی چلا کر گندی سے گندی عریاں فلمیں بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ انٹرنیٹ پر بچے چند لمحوں میں قتل و غارت سیکھتے ہیں اور اسی طرح ساری دنیا میں لڑکی لڑکا جہاں چاہے کسی بھی کمپیوٹر ہولڈ سے معاشقہ لڑا سکتا ہے اور عیسائی اس کو تبلیغ کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسرائیل نے ایک ایسی ویب سائٹ جاری کی ہے جو قرآن پاک کے بارے میں غلط ملط

معلومات فراہم کرتی ہے، جس کا بچوں پر نہایت برا اثر پڑتا ہے اور اس پر گیمز بھی ہوتی ہیں جن پر بچے وقت ضائع کرتے ہیں۔

ٹیلی فون:

ٹیلیفون سائنس کی ایجاد کردہ ایک ایسی نعمت ہے جس سے سیکنڈوں میں پوری دنیا میں رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ دنیا کے کسی کونے میں بھی آپ کے تعلق والے موجود ہوں تو ملاقات میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ جو پیغامات دنوں میں پہنچائے جاتے تھے آج وہ آناً فاناً پہنچانے آسان ہیں۔ لیکن اگر اس کو غیر محتاط ہاتھوں میں تھما دیا تو اس کے نقصانات اور تباہی کے اثرات سے گھر اجڑ جاتے ہیں اور جانیں تک تلف ہو جاتی ہیں۔ خاص کر ہماری نوجوان نسل جو معاشرے کی بری سوسائٹی سے متاثر ہو۔ بعض نوجوان تو اس قدر شیطان ہوتے ہیں کہ شریف گھروں میں ٹیلی فون کر کے ان کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح کی آج کل لڑکیاں بھی موجود ہیں جو ناولوں اور ڈراموں اور فلموں سے متاثر ہو کر اپنے عشق کی آگ بجھانے کے لیے کسی بے غیرت و بے حیا کی متلاشی ہوتی ہیں اور عام گھروں میں فون کر کے گھر والوں کو پریشان کرتی ہیں۔ تو ایسے حالات میں گھر والوں کو بہت احتیاط کرنا ہوگی۔ وہ اپنے نوجوان بچے بچیوں کے ہاتھوں سے فون کو محفوظ رکھیں اور حتیٰ المقدور خود فون سنیں اور خود ہی کریں تاکہ آپ کی اولاد ایسے بھیڑیوں سے محفوظ رہے اور برے انجام سے دوچار نہ ہو جائے۔ جو آزاد خیال لوگ احتیاط نہیں کرتے ہیں۔ تو ان کی اولادیں فون پر عشق کرتے کرتے بڑے بھیانک نتائج تک پہنچ جاتے آپ کی خدمت میں دو تین واقعات پیش کرتا ہوں۔

ملتان میڈیکل کالج کے ایک ذہین طالب علم کے بارے میں ایک افسوس ناک واقعہ بھی پیش آیا۔ اس طالب علم کو ایک زرینہ نامی لڑکی فون کیا کرتی تھی۔ دونوں میں محبت ہوگئی اور مسلسل ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس طالب علم کا نام اسد تھا۔ اس نے زرینہ سے کئی ملاقاتیں کیں اور اس کے عشق میں کالج سے غیر حاضریوں کی بنا پر خارج کر دیا گیا۔ زرینہ کی

محبت کی وجہ سے اسے گھر والوں نے بھی اپنے گھر سے نکال دیا۔ جس لڑکی کے عشق میں وہ اس عتاب میں مبتلا ہوا وہ ایک طوائف زادی تھی۔ اس کے باوجود بھی اسد نے زرینہ کے ساتھ شادی کرنے کو اپنا مشن بنالیا اور اس نے ایک پرائیویٹ فرم میں ملازمت کر لی۔ تھوڑی مدت کے بعد زرینہ نے اسد سے دوری اختیار کرنی شروع کر دی تو اسد نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو زرینہ نے کہا کہ میں اسد سے محبت کرتی تھی کہ مجھے یقین تھا کہ یہ ڈاکٹر بن کر نہ صرف دولت کمائے گا بلکہ معاشرے میں اعلیٰ مقام بھی حاصل کرے گا۔ اس کے نتیجہ میں دونوں کے درمیان نفرت ہوئی تو اسد نے خودکشی کرنا چاہی۔ لیکن اس کے دوستوں نے اسے بچا لیا۔ جب زرینہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے اسد کے دوستوں کے اصرار پر جھوٹا عشق کرنے کی حامی بھر لی۔ ایک روز اسد نے زرینہ کو شادی کے لیے کہا تو اس نے کہا شادی کے لیے میری والدہ کو پچاس ہزار کی رقم ادا کرنا ہوگی۔ تو اسد نے زرینہ کی والدہ کی شرط پوری کرنے کے لیے پچاس ہزار کی رقم گھر سے چوری کر کے زرینہ کی والدہ کے حوالے کر دی۔ مگر طوائف زادی رقم حاصل کرنے کے بعد وعدہ سے منحرف ہوگئی۔ اس صورت حال نے اسد کو اس قدر دلبرداشتہ کیا کہ اس نے ریل گاڑی کے نیچے آ کر خودکشی کر لی۔ اب اندازہ لگائیں اس ذہین طالب علم کے والدین کیا چاہتے تھے لیکن فون پر ہونے والے معاشقے نے ایک گھر کے چراغ کو کس طرح گل کر دیا! اس سے بھی بڑھ کر ایک فون پر عشق کرنے والی جوڑی کی داستان نہایت عبرتناک ہے۔

ایک اکمل نامی نوجوان کالج میں زیر تعلیم تھا۔ اس کو نوجوان لڑکیوں کے ساتھ عشقیہ گفتگو کرنے کی عادت تھی۔ ایک روز اس نے پی سی او سے ایک گھر میں شازیہ نامی لڑکی کو فون کیا۔ جو ایک فرم میں ملازمت کرتی تھی اور دونوں نے اپنے فرضی نام رکھے ہوئے تھے اور دیر تک ان کی عشقیہ گفتگو جاری رہتی۔ اکمل کو بچیوں کو اپنے جال میں پھنسانے کا فن آتا تھا۔ ایک روز اس نے شازیہ کو باغ جناح میں ملاقات کی دعوت دے ڈالی۔ مقررہ جگہ پر دونوں آ گئے۔ جب ایک دوسرے پر نظر پڑی تو دونوں کے چہرے شرم سے لٹک گئے کیونکہ وہ دونوں بہن

بھائی تھے۔ پتہ چلا کہ اکمل اس روز سے ایسا غائب ہوا ہے کہ اس نے گھر والوں کو اپنی شکل تک نہیں دکھائی۔ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے کسی کو علم نہیں۔ اب دیکھیں ایک گھر جو اپنی نسل نو کو تعلیم سے آراستہ کر رہا ہے۔ لیکن عدم احتیاط کی بنا پر کس نتیجے تک پہنچنا پڑا۔ ایسے بہت سے اور بھی عبرتناک واقعات مزید تفصیل مجلّہ الدعوۃ مارچ ۲۰۰۳ء بھائی طاہر نقاش حفظہ اللہ کا مضمون ''ٹیلیفون کا غیر محتاط استعمال عورتوں کے لیے تباہی کا زینہ'' پڑھیں۔

یہ تمام آلات جن کا میں نے منفی پہلو ذکر کیا ہے ان آلات کا قصور نہیں بلکہ اس کو صحیح استعمال کیا جائے تو بہت سے فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ یہ نتائج جس کی میں نے نشان دہی کی یہ ان کے غلط استعمال کی وجہ سے ہے۔ اللہ سے درخواست ہے کہ وہ ہمیں اور ہماری اولادوں کو شیطانی ہتھکنڈوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین!

آپ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنی اولاد کو اچھے اور نیک کاموں کی طرف لگائیں اور ہر برائی سے ان کو روکتے رہیں۔ خاص طور پر ایسے لوگوں کی مجلس نہ کرنے دیں۔ جن شیطان صفات کا پچھلے اوراق میں تذکرہ کیا ہے۔ اس لیے کہ صحبت اور سوسائٹی کا بہت اثر ہوتا ہے۔

سوسائٹی کا اثر:

اس بات سے انکار نہیں کہ انسان پر ہم نشینوں کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ خاص طور بچے جیسا ماحول دیکھیں گے اور جس ماحول میں بڑے ہوں گے زندگی بھر اس کے اثرات ان پر نمودار ہوں گے۔ دیکھیں مکے کے وہی بدو، اکھڑ مزاج لوگ تھے جب ان میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو جو لوگ آپ کی صحبت میں حاضر ہوئے ان کی زندگیوں میں انقلاب آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان سچ ہے جو اسی کیفیت کی وضاحت میں ہے:

((عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَ السَّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا

اَنْ یُّحْذِیَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحًا وَنَافِخُ الْكِیْرِ اِمَّا اَنْ یُحْرِقَ ثِیَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحًا خَبِیْثَةً))[1]

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسے ہے جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا۔ پس کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے (کستوری) عطیہ دے گا یا تو خود اس سے خرید لے گا (یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تب بھی) یا یہ کہ تو اس سے پاکیزہ خوشبو پالے گا اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا پھر تو اس سے بدبو پائے گا۔''

میرے بھائیو! اللہ کے رسول ﷺ کس طرح ہمیں مثال دے کر سمجھا رہے ہیں کہ نیکوں کی صحبت اختیار کرو اور برے کی صحبت سے اجتناب کرو۔ کیونکہ نیک لوگوں کی صحبت میں عطر فروشوں کی طرح فائدہ ہی فائدہ ہے کہ ان کے ساتھ رہنے سہنے اور اٹھنے بیٹھنے سے انسان ان کے اثرات قبول کرلے گا اور آہستہ آہستہ ان کے سانچے میں ڈھل جائے گا۔ قول سعدی۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے — رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشیں در من اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

''ایک دن حمام میں ایک خوشبو دار مٹی میرے ہاتھ میں ایک محبوب کے ہاتھ سے آئی۔ میں نے اسے کہا تو مشک ہے یا عنبر ہے کیونکہ میں تیری دلکش خوشبو سے مست ہوں۔ اس نے کہا میں ایک ناچیز مٹی تھی لیکن ایک زمانہ تک میں پھول کے ساتھ رہی۔ ساتھی کے حسن نے مجھ پر اثر کیا ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں۔''

انسان جیسے لوگوں کی مجلس اختیار کرے گا ویسے اثرات اس پر مرتب ہوں گے۔ اگر اس کا

[1] بخاری، کتاب الذبائح، باب المسك ۸۳۰/۲۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب مجالسة الصالحین ومجانبة قرناء السوء :۳۳۰/۲۔

حلقۂ احباب نیک پرہیز گار لوگوں کا ہوگا تو لامحالہ ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس میں نیکی کا رجحان پیدا ہوگا۔ ماحول انسان پر اپنا رنگ دکھاتا ہے۔ ہم نے ماحول کے رنگ کا مشاہدہ میدان جہاد میں کیا کہ ہمارے معاشرے کے گندے ماحول سے نکل کر جب نوجوان لڑکے معسکرات میں جہادی مشقیں کرنے کے لیے جاتے ہیں تو بحمد اللہ چند ایام میں ان کی کیفیت بدل جاتی ہے اور وہ دین کے رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پانچوں وقت کے نمازی اور ہمہ وقت اللہ کا ذکر و اذکار کرنے والے سونے اور جاگنے کی دعائیں حتیٰ کہ اللہ کی توفیق سے تہجد گزار بن جاتے ہیں۔ ﴿ذَالِكَ فَضُلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنُ يَّشَآءَ﴾

ایسی مجالس کا دنیا میں فائدہ کہ آدمی برے کام سے بھی بچتا ہے اور اسے اچھائی برائی میں تمیز ہو جاتی ہے۔ اس کی یہ دوستی اسے قیامت کو بھی کام آئے گی کیونکہ حدیث میں ہے:

((عَنُ اَبِی مُوسیٰ الْاَشُعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنُهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ الْمَرُءُ مَعَ مَنُ اَحَبَّ))[1]

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی۔''

یہی بات قرآن پاک بھی بتا رہے ہیں۔

﴿ اَلْاَخِلَّاءُ يَوُمَئِذٍ بَعُضُهُمُ بِبَعُضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴾

[الزخرف:٦٧]

یہی کیفیت ہے بری صحبت کی جس طرح آپ ﷺ نے اس کی مثال بھٹی میں آگ جلانے والے سے دی ہے کہ یا تو وہ آگ سے آپ کے کپڑے جلائے گا یا آگ کے دھوئیں سے تجھے تکلیف دے گا۔ اگر ہم اپنے اردگرد کے ماحول پر نظر دوڑائیں تو دیکھیں ہمارے بچے کس قدر برے ماحول میں بری عادات کی تربیت لے رہے ہیں۔ جس جگہ بھی

[1] بخاری، کتاب الادب، باب علامة الحب فی الله: ٩١١/٢۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من احب: ٣٣١/٢۔

چار نوجوان ہوں گے ان کے بیٹھنے کا انداز بالکل شرم وحیا سے عاری۔ ایک دوسرے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یوں بیٹھیں گے جیسے فلموں کے ایکٹر اداکاری کا منظر پیش کر رہے ہوں۔ اگر ان کی گفتگو کا اندازہ لگائیں تو یا تو وہ کسی ڈرامے پر تبصرہ کرتے نظر آئیں گے یا کسی معاشقے کی داستان بیان کر رہے ہوں گے۔ گھروں میں آ کر بھی ان کا یہی انداز گفتگو اور راتوں کو بھی ان کو ایسے خواب نظر آئیں گے۔ شاعر نے سچ کہا کہ ؎

با بداں مینش کہ صحبت بد
گر تو پاک است ترا پلید کند

”برے لوگوں کی صحبت مت اختیار کرو کیونکہ بری صحبت تجھ کو پلید کر دے گی اگرچہ تو پاک بھی کیوں نہ ہو۔“

یہ حقیقت ہے کہ انسان جن کی صحبت میں رہے گا انہیں کی ادائیں کرے گا۔ عدی بن زید کا بھی ادھر ہی اشارہ ہے ؎

عَنِ الْمَرْءِ لَا تَسْئَلُ وَ اسْئَلُ عَنْ قَرِيْنِهٖ
فَكُلُّ قَرِيْنٍ بِالْمَقَارِنِ يَقْتَدِيْ
اِذَا كُنْتُ فِيْ قَوْمٍ فَصَاحِبْ خِيَارَهُمْ
وَلَا تَصْحَبِ الْاَرْدٰى فَتَرْدٰى مَعَ الرَّادِيْ

”کسی کے بارے میں معلومات لینی ہوں تو اس سے سوال کی بجائے اس کے دوست سے پوچھو کیونکہ ہر دوست دوست کی اقتداء کرتا ہے اور جب تو کسی قوم میں ہو تو اچھے لوگوں کو دوست بنا۔ برے لوگوں کا انتخاب مت کر کیونکہ وہ تجھے بھی برا بنا دے گا۔“

ایسی دوستی کا دنیا میں بھی نقصان اور کل قیامت کو بھی ندامت ہوگی۔ دنیا میں آج ہم جو کام کاج سے کتراتے ہیں اسی دوستی کا نتیجہ ہے۔ قیامت کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

﴿ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ○ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴾

[الفرقان:۲۷ تا ۲۹]

اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا کاش! میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی روش اختیار کی ہوتی، کاش! میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے تو میرے پاس نصیحت آ جانے کے بعد مجھے بہکا دیا اور شیطان تو انسان کو مصیبت پڑنے پر چھوڑ جانے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں برے لوگوں سے دور رہنے کی راہ نمائی فرما رہا ہے۔ تا کہ روز قیامت ہم ایسی رسوائی سے محفوظ رہیں اور ہم اپنی نسل نو کو حتیٰ المقدور ایسی بری محفلوں سے دور رکھیں۔ اور رات دن ان کی نگرانی کریں کہ وہ کہاں جا آ رہے ہیں۔ ایسے برے ساتھیوں کی وجہ سے بچوں میں بری عادات جنم لیتی ہیں۔ یہی مجالس ہر برائی کا منبع ہوتی ہیں۔ جھوٹ، لڑائی، جھگڑا، غیبت، حسد، فضول خرچی، کام سے جی چرانا، سگریٹ نوشی حتیٰ کہ نشہ جیسی لعنت بھی انہی آوارہ بچوں کی صحبت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جو نوجوان اس موذی مرض میں پڑ جائے اس کی زندگی حیوانوں سے بھی ابتر ہو جاتی ہے۔ نشہ کے مارے ہوئے لوگوں کو دیکھیں کپڑے گندے، جسم گندے، سڑکوں کے کناروں پر بے جان لاشوں کی طرح پڑے ہوں گے اور مکھیاں بھن بھنا رہی ہوں گی۔ یہ لوگ انسانیت کے چہرے پر ایسا بدنما داغ ہیں جو دن بدن بڑھتا نظر آ رہا ہے۔ رات کو لوگوں کے گھروں فیکٹریوں میں یوں پھرتے نظر آئیں گے جیسے بھوکا کتا کسی ہڈی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ اگر ان کو چوری کرتا پکڑ بھی لیا جائے تو پکڑنے والے اسے کچھ کہنے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں اگر حوالہ پولیس بھی کیا جائے تو وہ بھی اس ڈر سے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں جیل میں ہی مر گئے تو ہمارے لیے مصیبت بن جائیں گے اور والدین ان کو اس لیے گھروں سے نکال دیتے ہیں کہ گھر کا جو اثاثہ

ہاتھ آئے چند روپوں میں فروخت کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ نشہ کی لعنت جو ہماری نسل میں عام ہو رہی ہے۔ اس میں والدین کا بھی قصور ہے کہ وہ اولادوں کی تربیت میں اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہے۔ ان کو اپنی دنیا بنانے کا فکر ہوتا ہے۔ بعض والدین تو اولاد کو بے یارو مددگار چھوڑ کر دوسرے ممالک میں ڈالر کمانے کی ہوس میں نکل جاتے ہیں۔ وہ مال بھی کما کر بھیجتے ہیں اور ان کی اولاد وہ مال تباہ کرتی ہے۔ اور خود بھی تباہ ہوتی ہے۔ اس کی مثال کے طور پر میں آپ کو محترم عبدالمالک مجاہد کی تحریر جو انہوں نے ضرب طیبہ رسالہ اگست ۲۰۰۳ء میں ''قاتل کون؟'' کے عنوان سے تحریر فرمائی ہے۔ پیش کرتا ہوں:

قاتل کون......؟ ایک فکر انگیز تحریر:

ارب پتی بزنس مین احمد کے فون کی گھنٹی بجی۔ وہ فائیو سٹار ہوٹل کی لابی میں بیٹھا تھا۔ حدِ نگاہ تک نظر آنے والے بحر متوسط کے نیلگوں پانی پر نظریں جماتے ہوئے اس نے فون کان سے لگایا۔

دوسری طرف قاہرہ سے اس کا بڑا بھائی بات کر رہا تھا، وہ بے تابانہ انداز میں کہہ رہا تھا:

''بھائی! فوراً پہنچو ایک خوفناک حادثہ ہوا ہے، بس میں اس سے زیادہ نہیں بتا سکتا۔ ہرگز دیر نہ کرنا۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان کے بڑے بھائی نے فون بند کر دیا، اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس نے بڑے بھائی سے فون پر رابطہ کرنے کی بار بار کوشش کی، لیکن کامیابی نہ ہوئی، پھر اپنے گھر فون کیا، وہاں بھی کسی نے فون نہ سنا۔

اب تو مارے پریشانی کے اس کا برا حال ہو گیا۔ پھر وہ فوراً قاہرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاز اپنی رفتار سے منزل کی طرف پرواز کر رہا تھا، لیکن اس کے خیالات میں طوفان کی سی ہل چل مچی تھی۔

آج وہ اپنے وقت کا کامیاب بزنس مین تھا۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے جب اس نے اپنی

صورت آئینے میں دیکھی تھی، تب اسے اپنا چہرہ بہت بوڑھا بوڑھا لگا تھا۔ وہ پکار اٹھا تھا۔

''اُف! یہ میرا چہرہ ہے، سر میں کتنے بال سفید آ گئے ہیں، بلکہ اب تو سفید بال کثرت سے ہیں، سیاہ تو کم رہ گئے ہیں۔ اُف خدایا! میری جوانی کہاں چلی گئی، پہلے میرا چہرہ کتنا خوبصورت تھا، پر رونق تھا۔''

ساحل سمندر کی طرف نظریں جماتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا۔

''کتنا خوبصورت ہے یہ منظر، یہ نیلگوں پانی جو ساحل کی طرف زور شور سے آتا ہے، پھر لوٹ جاتا ہے اور یہ بادل تیرتے ہوئے آتے ہیں، نیلے آسمان پر چھا جاتے ہیں، نہ شدید گرمی نہ سردی، موسم کس قدر خوش گوار ہے۔''

یہ سوچتے ہوئے وہ چائے پینے لگا، ایسے میں اسے اپنی زندگی کا گزرا ہوا ایک ایک لمحہ یاد آنے لگا، سوچ کا دھارا اسے سمندر کی موجوں کے ساتھ بہائے لیے جا رہا تھا۔

''کتنے خوبصورت ہیں یہ بادل، کبھی رکتے ہی نہیں...... اور میری زندگی ...... میری زندگی بھی تو نہیں رکتی، مسلسل جدوجہد اور کوشش والی زندگی، کبھی نہ رکنے والی، یہ ساری زندگی مسلسل کوشش میں تو گزر گئی۔ مال و جاہ کی تلاش میں بیت گئی۔ میں نے زندگی میں کتنے سفر کیے، بالکل ان بادلوں کی طرح جن کی کوئی منزل نہیں، کبھی کسی جگہ، کبھی کسی ملک میں۔ آج وہاں نمائش لگی ہے، آج یورپ میں کاروباری میٹنگ ہے تو کل عرب ممالک میں۔ ایک ہی منزل، ایک ہی خواہش ...... یہ کہ میں دنیا کا کامیاب بزنس مین بن جاؤں، دنیا کے صرف چند امیر ترین لوگوں میں میرا نام ہو، میں ارب پتی کہلاؤں، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے کتنی محنت کی، کتنا وقت بیرون ملک گزارا، ذہن میں ایک خیال آیا، بھلا تمہاری کتنی راتیں بیوی بچوں کے ساتھ گزری ہوں گی۔۔ اور کتنی فائیو سٹار ہوٹل میں، یقیناً جو وقت میں نے بیوی بچے کے بغیر گزارا ہے، وہ میری زندگی کا بڑا حصہ ہے ...... بلاشبہ میں نے بہت دولت جمع کر لی، بڑا مصروف بزنس مین بن گیا، میری خوبصورت سی بیوی اور بیٹا ...... اب تو بیٹا جوان ہو گیا ہے، میری ساری جائیداد کا اکلوتا وارث، کاش ان لمحات میں میری بیوی اور میرا بیٹا میرے

ساتھ ہوتے۔ میں نے ان پر بڑا ظلم کیا، بہت ہی کم وقت ان کے ساتھ گزارا۔ بس کاروبار میں الجھا رہا، مسلسل میٹنگیں، مختلف ممالک کے سفر، لیکن اب تو میں ارب پتی بن گیا ہوں، آخر اب ان سب مصروفیات کی کیا ضرورت ہے، یہ دولت آخر میرے کیا کام آئے گی، میں اپنی بیوی کا نہیں، بچے کا نہیں، کیا میں ان کے ساتھ ظلم نہیں کرتا رہا، اب جب کہ میں اس مسلسل محنت سے تھک گیا ہوں...... تو میں کیوں نہ زیادہ وقت بیوی اور بیٹے کو دوں۔ بیٹا تو اب غالباً انجینئرنگ کے آخری سال میں ہے، میری اس سے آخری ملاقات کچھ عرصہ پہلے ہوئی تھی، وہ بھی بس تھوڑی دیر کے لیے...... بہر حال یہ بات طے ہے کہ وہ انجینئرنگ یونیورسٹی کا طالب علم ہے۔ بس احمد! ہر چیز کی ایک انتہا ہے، مجھے فوری طور پہ قاہرہ پہنچنا ہے، نہ جانے بڑے بھائی کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے، خیر کوئی بات نہیں، وہ تو معلوم ہو ہی جائے گا، اس کا مسئلہ تو میں چٹکی بجاتے حل کر دوں گا۔

پھر وہ تصورات کے دوش پر سوار اپنے گھر پہنچ گیا...... وہاں پہنچتے ہی وہ ان کے درمیان بیٹھ گیا، جلد ہی اسے محسوس ہو گیا، وہ تو جہاز میں بیٹھا ہے اور جہاز اسے قاہرہ کی طرف لیے جا رہا ہے۔

آخر جہاز قاہرہ کے ائرپورٹ پر اترا، اس کا بھائی بے چینی کے عالم میں اس کا انتظار کر رہا تھا، اس کا چہرہ اترا ہوا تھا اور آنکھیں پتھرائی پتھرائی لگ رہی تھیں، دونوں تیزی سے ایک دوسرے کی طرف بڑھے، معانقہ کیا۔

''ہاں بھائی...... جلدی بتاؤ...... کیا بات ہے۔'' اس نے بے قرار ہو کر کہا۔

''وہ بھائی...... بھابی...... بھابی۔'' بڑا بھائی بس اتنا کہہ سکا۔

''کیا ہوا میری بیوی کو...... اگر وہ بیمار ہو گئی تھی تو اسے یورپ بھجوا دیتے تو نے ایسا کیوں نہ کیا۔''

'اس لیے کہ اس کی ضرورت نہیں پڑی...... اور پھر یہاں بھی تو قابل ترین ڈاکٹر ہیں۔''

''اسے ہوا کیا۔''

''بھائی! تمہیں پہلے میرے ساتھ میرے گھر چلنا پڑے گا، وہیں تمہیں سب کچھ بتاؤں گا۔''

''لیکن یہیں کیوں نہیں۔''

''آپ کو معلوم نہیں...... پہلے میری بات سن لیں۔''

''اچھا چلو۔'' اس نے جھلا کر کہا۔

پھر وہ اس کے ساتھ اس کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ بڑے بھائی سے اس کی ملاقات کئی سال بعد ہوئی تھی۔ کاروباری مصروفیات اسے کب دم لینے دیتی تھیں، وہ تو مسلسل سفر میں رہتا تھا، راستے میں وہ اپنے بھائی سے کہتا رہا:

''میں جانتا ہوں، میں نے ان دونوں کے ساتھ بہت زیادتیاں کی ہیں، میری بیوی اور میرا بیٹا شاید دونوں مجھ سے بہت زیادہ ناراض ہیں، لیکن تم فکر نہ کرو، میں انہیں منالوں گا، ان سے معافی مانگوں گا، بہت وقت گزار لیا، کاروباری مصروفیات میں، اب میں ان کے ساتھ رہا کروں گا، ان سے خوب باتیں کیا کروں گا۔ ماحون کے ساتھ گپ شپ لگایا کروں گا، اس کی پڑھائی سے متعلق گفتگو، کالج کی مصروفیات کے بارے میں باتیں کیا کروں گا، پھر ایک دن میں، ہاں میں ایک دن اس سے کہہ دوں گا...... اب تم میری کمپنی کے جنرل مینجر ہو، میں اب بہت تھک گیا ہوں، تم ہی یہ سب سنبھالو...... میں تمہاری ماں کے ساتھ رہا کروں گا، میری طرح سفر پر سفر اب تم کیا کرو گے، میں جاتے ہی ماحون کو خوب پیار کروں گا...... اسے اپنے سینے سے لگاؤں گا......''

''بھائی...... گھر آ گیا۔''

اس نے بڑے بھائی کی آواز سنی تو جیسے گہری نیند سے چونکا۔ بھائی کے گھر پر نظر پڑتے ہی وہ بری طرح ہل کر رہ گیا۔ اس کا بھائی کوئی دولت مند آدمی نہیں تھا، ایک مقامی سکول میں سکول ٹیچر تھا، معمولی سی تنخواہ تھی اس کی، وہ اس کے بارے میں جانتا تھا، لیکن اس کے باوجود

اس نے اپنے بھائی کی کبھی مدد کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، کبھی اس کے حالات کے بارے میں غور وفکر نہیں کیا تھا کہ وہ کن حالات میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس کے پاس تو رہنے کے لیے ایک اچھا گھر بھی نہیں ہے، ایسا کوئی خیال اگر کبھی آیا بھی تو اس نے یہ کہہ کر سر کو جھٹک دیا۔

"پتہ نہیں! بھائی میری مدد لینا پسند بھی کرے گا یا نہیں۔ کہیں وہ بگڑ نہ جائے، یہ نہ خیال کر بیٹھے کہ چھوٹا بھائی اپنی دولت کے بل پر اس کی غربت کا مذاق اڑا رہا ہے۔"

ایسا سوچتے ہی مدد کرنے کا خیال تک اس کے دماغ سے نکل گیا، لیکن آج اس کے گھر پر نظر پڑتے ہی اس نے محسوس کیا:

"اُف خدایا! میں نے آخر اپنے بھائی کی مدد کیوں نہیں کی، آخر یہ میرا بڑا بھائی ہے، باپ کی مانند، اس کا یہ گھر میری امداد کا کتنا محتاج ہے۔ اس کی بیوی، اس کی اولاد...... آخر میں ان کا چچا ہوں، میری اربوں کی جائیداد اور بنک بیلنس کس کام آئے گا، میرا بھائی پائی پائی کو محتاج، میں اربوں کا مالک، میں جن ہوٹلوں میں ٹھہرتا ہوں، ان کا ایک رات کا کرایہ کئی ہزار ڈالر اور بے شمار ڈالرز تو میں صرف بیروں کو ٹپ میں دے دیتا ہوں، کیا میرا بڑا بھائی ان بیروں جتنا حق بھی نہیں رکھتا...... افسوس! میں کہاں بھٹکتا رہا ہوں۔"

یہ خیالات گھر پر نظر پڑتے ہی چشم زدن میں اس کے دماغ میں کوند گئے۔ ایسے میں اسے بھائی کی آواز سنائی دی:

"آیئے بھائی۔"

وہ اسے اندر کمرے میں لے آیا، اسے چار پائی پر بٹھا کر اس نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا، پھر گنگ ہو کر بیٹھ گیا۔

"کہو نبیل بھائی! کیا بات ہے، تم نے مجھے اس طرح بلایا اور اپنے گھر لے آئے، اگر

میری بیوی بیمار تھی تو مجھے سیدھا اس کے پاس لے جانا چاہیے تھا۔'' اس نے بے تاب ہو کر کہا۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں، لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں۔'' آخر بھائی نے اسے خبر سنا ہی دی۔

''کیا...... کیا کہا...... مم...... میری بیوی...... اب...... اب اس دنیا میں نہیں...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔'' وہ چلا اٹھا۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں...... وہ اب اس دنیا میں نہیں۔''

''نن نہیں...... لل...... لیکن...... اسے ہوا کیا...... اور اگر یہی بات ہے تو تم مجھے یہاں کیوں لے آئے۔''

''اس لیے کہ...... اس لیے کہ...... بڑا بھائی کہنے کی ہمت نہیں پا رہا تھا۔

''اب جب کہ وہ مر گئی ہے...... تو تم کچھ کہنے سے ڈر کیوں رہے ہو، کیا اس سے بڑی اندوہ ناک بھی کوئی خبر ہو سکتی ہے۔''

''ہاں بھائی۔'' وہ بولا۔

''کیا مطلب...... کیا کہا...... یا اس سے بڑی اندوہ ناک خبر بھی کوئی ہے۔'' وہ دھک سے رہ گیا۔ بیوی کی موت کی خبر سن کر اس کی آنکھوں سے پہلے ہی آنسوؤں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

''آخر وہ خبر کیا ہے۔''

''بھابی کو پولیس پوسٹ مارٹم کے لیے لے گئی ہے۔''

''کیا کہہ رہے ہو، یہ پولیس درمیان میں کہاں سے ٹپک پڑی...... کیسا پوسٹ مارٹم اور ماحون کہاں ہے، وہ تمہارے ساتھ ائرپورٹ پر بھی نہیں آیا، کہاں ہے وہ...... کہاں۔'' وہ چلا اٹھا۔

''ہاں! وہ نہیں آسکا۔

''میں سمجھ گیا، وہ ماں کی وفات سے نڈھال ہوگا۔ میرے رب! میرے بیٹے کو حوصلہ عطا فرما، صبر عطا فرما، یہ عظیم صدمہ جھیلنے کی توفیق عطا فرما...... اور تم نے اب تک نہیں بتایا، وہ خبر کیا ہے۔''

''بھائی! میں نے سوچا تھا، بھابی کو فوراً دفن کرا دوں، لیکن پھر میں نے سوچا، بہتر ہوگا، تم ہی اسے اپنے ہاتھوں دفن کرو، اس پر الوداعی نظر ڈال لو۔''

''میں سمجھ گیا، تم مجھے یک دم وہ خبر نہیں سنانا چاہتے...... میں کہتا ہوں بتاؤ...... مجھ میں سننے کا حوصلہ ہے۔''

نبیل واقعی اپنے اندر بتانے کا حوصلہ نہیں پا رہا تھا۔

''بات یہ ہے بھائی......'' وہ پھر کہتے کہتے رک گیا۔

''ہاں...... بتاؤ...... کیا وہ حادثہ میری بیوی کی موت سے بھی بڑا ہے؟''

''میں...... میں سننے کے لیے تیار ہوں...... تم بتاؤ۔''

آخر اس نے کہا:

''احمد! میں تمہیں کیسے بتاؤں، کیسے بتاؤں...... تمہارا جگر نہ پھٹ جائے۔ خبر ایسی ہے کہ دل اور دماغ اب تک ماننے سے قاصر ہیں، مگر یہ ایک حقیقت ہے۔ آج صبح سویرے پولیس اسٹیشن سے فون آیا، پولیس آفیسر مجھے فوری طور پر بلا رہا تھا، میں نے بلانے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا، جب تم پولیس اسٹیشن آؤ گے تو معلوم ہو جائے گا کہ میں کیوں بلا رہا ہوں۔'' آخر میں پولیس اسٹیشن پہنچا۔ وہاں میں نے اسے دیکھا...... کاش میں اسے نہ دیکھتا اور جو میں نے سنا، کاش میں نہ سنتا، سننے کے لیے زندہ ہی نہ رہتا، میں نے وہاں تمہارے اکلوتے بیٹے ماحون کو دیکھا، اس کے کپڑے خون میں لت پت تھے، اس کے ہاتھ خون میں لتھڑے ہوئے تھے، وہ نہایت ابتر حالت میں تھا، پولیس آفیسر کے سامنے اکڑوں بیٹھا تھا، میرا دل تو دھڑکنا بھول گیا، کلیجہ منہ کو آنے لگا، میں نے پولیس آفیسر سے پوچھا:

''کیا ہوا ہے...... مجھے بتائیں، یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

پولیس آفیسر نے مجھے دیکھ کر نفرت زدہ انداز میں منہ پھیر لیا، ادھر ماحون نے مجھے دیکھا تو یک دم اٹھ کر میرے سینے سے لگ گیا، وہ بے اختیار رونے لگا، اس کی آواز بلند ہوتی چلی گئی۔

''ہوا کیا ہے، یہ بھی تو بتاؤ، میں نے اس سے پوچھا۔''

مگر وہ مسلسل روتا رہا، میں اسے خاموش کراتا رہا مگر اس کا رونا نہ رکا۔ تنگ آ کر میں پھر پولیس آفیسر کی طرف مڑا۔ اس سے التجا کی:

''آپ ہی بتا دیں، یہ تو بتا نہیں رہا۔''

اب بھی پولیس آفیسر نے لب نہ کھولے، اب میں کبھی ماحون سے اور کبھی پولیس آفیسر سے پوچھتا رہا، وہ مسلسل روئے جا رہا تھا اور یہ مسلسل خلا میں تکے جا رہا تھا۔ آخر چلا اٹھا:

''کیوں نہیں بتا دیتے تم...... کیوں نہیں بتا دیتے۔''

آخر پولیس آفیسر پھٹ پڑا:

''تمہارا بھتیجا...... یہ شہزادہ، امیرزادہ ہیروئن پیتا ہے، اس نے اپنی ماں...... اپنی ماں کو قتل کر دیا ہے۔''

''کیا!!!''

نبیل کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہی وہ پوری قوت سے چیخ پڑا۔ اسے اپنے جسم سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔

''نہیں...... نہیں...... نہیں۔'' اس نے کہا۔

اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، کتنی ہی دیر وہ روتا رہا پھر اس نے مشکل سے کہا۔

''یہ کیسے ممکن ہے، یہ کیسے ہو گیا، افسوس...... میری زندگی برباد ہو گئی، یہ کیسے ہو گیا۔ ایک بیٹے نے ماں کو کیسے قتل کر دیا، اپنی مہربان ترین ماں کو، وہ تو اس پر جان دیتی تھی، وہ تو اس کا اکلوتا بیٹا تھا، اس کی آنکھوں کا تارا، وہ تو اس کے بغیر چند گھنٹے نہیں گزارتی تھی، وہ تو اس کی

زندگی کا سہارا تھا، اس کا خواب، اس کا مستقبل تھا، اللہ کے لیے مجھے تفصیل سناؤ۔"

"تمہارے اکلوتے بیٹے نے کچن سے گوشت کاٹنے والی چھری لی اور اپنی ماں پر پے در پے وار کرتا چلا گیا، یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہوگئی، پھر وہ اسی حالت میں چھری سمیت پولیس اسٹیشن پہنچ گیا۔ اپنا تعارف کرایا اور بتایا کہ وہ اپنی ماں کو قتل کر آیا ہے۔ پولیس آفیسر نے اس کی تلاشی لی، کپڑوں سے ہیروئن کی پڑیا ملی۔ اس کا میڈیکل چیک اپ کرایا، لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوایا، میڈیکل چیک اپ سے اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ وہ ہیروئن پیتا ہے۔"

باپ اور زور و شور سے رونے لگا، روتے ہوئے کہنے لگا:

"میری رفیقۂ حیات اپنے بیٹے سے اور مجھ سے کتنی محبت کرتی تھی، پھر آخر ماحون نے ایسا کیوں کیا۔"

نبیل چند لمحے تک دکھی انداز میں اپنے بھائی کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"یہی وہ راز ہے، جس سے اب تک پردہ نہیں اٹھا۔" کوئی کچھ نہیں جانتا، ایک بیٹے نے اپنی پیاری ماں کو کیوں قتل کر دیا۔ ماحون نے تو پھر زبان کھولی ہی نہیں، ممکن ہے جب اس سے تمہاری ملاقات ہو، وہ کچھ بتا دے، اس راز سے پردہ اٹھا دے۔"

دوسرے دن پوسٹ مارٹم وغیرہ کی کاروائیوں کے بعد میت کو دفن کر دیا گیا۔ احمد نے اپنے ہاتھوں اپنی بیوی کو قبر میں اتارا۔ اس دوران پولیس والے اور صحافی مسلسل اس سے سوالات کرتے رہے، پورے شہر پر سناٹا سا طاری تھا۔ کسی عام آدمی کا معاملہ ہوتا تو اخبارات والے چند لائنوں سے زیادہ کی خبر نہ لگاتے، یہاں تو معاملہ تھا ممتاز صنعت کار کا، ایک ارب پتی بزنس مین کا۔ ایک ارب پتی آدمی کی بیوی کو اس کے نوجوان بیٹے نے قتل کر دیا تھا، اخبارات کے لیے یہ کوئی معمولی خبر نہیں تھی۔ اخبارات کے پہلے صفحے پر اس خبر کو طرح طرح کی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا تھا۔ ایک اخبار نے تو اپنے خاص ذرائع سے اس حادثے

کی تفصیل شائع کی تھی۔ اس اخبار نے مختلف ماہرین کی آرا کو شامل کیا تھا۔ ان کے انٹرویو کی روشنی میں کہانی شائع کی تھی۔

ایک اخبار نے یہ بھی لکھا:

اس حادثے کا سبب کیا ہے، ایک پڑھی لکھی فیملی جس کا سربراہ ایک معروف کمپنی کا مالک ہے، ارب پتی ہے، دنیا کے مختلف ممالک میں اس کے کاروبار فیکٹریاں اور بنک بیلنس ہیں، دراصل وہ اپنی فیملی پر توجہ نہ دے سکا۔ ایک سال قبل اس کے بیٹے کو ہیروئن پینے کے جرم میں یونیورسٹی سے نکال دیا گیا تھا، باپ کو تو یہ بھی نہ معلوم ہوسکا۔

احمد نے اس اخبار کی رپورٹوں کو بار بار پڑھا، خود کو ٹٹولا، اس نے محسوس کیا، اس حادثے کا اصل ذمے دار وہ خود ہے۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کیا، وہ اپنے لاڈلے بیٹے سے حوالات میں ملاقات کرے گا، جرم کی تفصیل خود اس سے معلوم کرے گا...... ایسے میں اس نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا:

''اے ارب پتی شخص! تمہارا بیٹا یونیورسٹی سے ایک سال پہلے ہیروئن پینے کے جرم میں نکال دیا گیا اور تمہیں پتا تک نہ چلا۔ تمہارا بیٹا نشہ کرتا رہا، تمہیں معلوم نہ ہوسکا، تم نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی، اس کی سوسائٹی کیسی ہے، اس کے دوست کیسے ہیں، تم کہاں ہو، کیا ہو۔ یہ مال دولت جو تم نے جمع کیا ہے، اب تمہارے کس کام آئے گا۔ کیا اتنی دولت تمہارے لیے کافی نہیں تھی کہ اچھے طریقے سے گھر کی دیکھ بھال کر لیتے، اولاد کی تربیت کر سکتے۔ مال و دولت کی کثرت، دولت کی محبت میں غرق اے انسان! تیرا بیٹا نشے کا عادی بن گیا، اس نے اپنی ماں کو قتل کر دیا، ایک بے گناہ عورت کا قتل۔ مال آیا، فیملی گئی، ماں قتل، بیٹا جیل میں اور تو مسلسل عذاب میں۔''

اور پھر باپ بیٹے کی ملاقات جیل میں ہوئی، وہ منظر بڑا ہی دردناک تھا۔ ہیڈ وارڈن نے دروازہ کھولا، باپ بیٹا آمنے سامنے آئے، کتنے ہی لمحے وہ خاموش کھڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ یہ ملاقات کس قدر حسرت ناک تھی، شاید دونوں سوچ رہے تھے...... گفتگو کا

آغاز کہاں سے ہو، کیا بات کریں...... دل و دماغ میں طوفان مچل رہے تھے۔آخر بیٹے نے اپنی تمام طاقت کو جمع کرتے ہوئے کہا ''بیرون ملک سے کب آئے ابو۔''

''دودن پہلے!'' اس نے مشکل سے کہا۔

''واپس کب جانا ہے۔'' بیٹا بولا۔

''شش......شاید اس ملاقات کے فوراً بعد۔''

بیٹے نے ایک حسرت بھری نظر اس پر ڈالی پھر رندھے ہوئے گلے کے ساتھ بولا:

''کہاں جاؤ گے ابو۔''

''تمہاری ماں کے پاس۔'' باپ پھٹ پڑا۔

پھر بند ٹوٹ گئے۔ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے، دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اس حالت میں بیٹا کہہ رہا تھا '' پیارے ابو! مجھے آپ کی آغوش کی ضرورت ہے، مجھے سینے سے لگالیں، ایک مدت سے میری تمنا تھی، میں آپ کے پاس بیٹھوں، آپ سے باتیں کروں، جب بھی میں نے آپ سے ملنے کی تمنا کی، آپ کو سفر پر پایا۔ یا آپ اپنی نہ ختم ہونے والی میٹنگوں میں ہوتے، آپ دولت کے پیچھے لگے رہے، مجھے بری سوسائٹی مل گئی، غلط دوست مجھے گھیر بیٹھے، جانتے تھے نا...... موٹی اسامی ہے، وہ شیطان کے پجاری تھے، انہوں نے اپنے گھروں کے دروازے مجھ پر کھول دیے، پھر میں ان کے رنگ میں رنگ گیا۔ اپنا دین، ایمان، اخلاق، سب کچھ بھول گیا، ان گھروں میں ہم نے سارے شیطانی کام کیے۔ آپ کی بے پناہ دولت ان کاموں کے لیے بہت مفید تھی۔ میرے دوستوں کو بھی دراصل میری نہیں، میری دولت کی ضرورت تھی، بس میں گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا گیا...... یہ کہتے ہوئے وہ پل بھر کے لیے رکا، اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور پھر کہنے لگا:

''ہاں ابو مجھے اعتراف ہے، میں نے اپنی ماں کو قتل کیا ہے، میں مکمل طور پر اپنے ہوش و حواس کھو چکا تھا، ہوش آیا تو سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ جب میری ماں کے مقدس جسم سے خون

کا فوارہ نکلا تو میرے اوپر خوف طاری ہوگیا۔ پھر جنون طاری ہوگیا اور میں وار کرتا چلا گیا، ہاں..... مگر میری ماں ہرگز اس سلوک کی مستحق نہیں تھی، کسی صورت میں مستحق نہیں تھی، ابو میں رونا چاہتا ہوں، آپ کے سینے سے لگ کر..... مجھے رونے دیجیے۔ ابو مجھے یہاں چھوڑ کر نہ جائیں..... کاش اس وقت آپ گھر میں ہوتے تو یہ حادثہ کبھی بھی رونما نہ ہوتا۔''

چند لمحوں کے لیے وہ خاموش ہوگیا۔ باپ بت بنا اس کی باتیں سن رہا تھا، وہ سوچ رہا تھا، بیٹے کو کیا جواب دوں، وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جو اسے دلاسہ دے سکیں، میں اسے کیا جواب دوں، اس سے کیا سلوک کروں، محبت اور پیار کا، جس نے میری شریک حیات کو میری پیاری بیوی کو..... جو اس کی ماں تھی، جس نے اسے دودھ پلایا تھا، اس کی پرورش کی تھی، جس کے بغیر یہ رہ نہیں سکتا تھا، اسے قتل کر دیا تھا۔

ادھر بیٹا پھر تفصیل سنا رہا تھا، وہ کہہ رہا تھا:

''دو سال پہلے ہیروئن میرے پلے پڑی، میرے غلط دوستوں نے کہا:

''اس سے تم اپنے تمام غم اور پریشانیاں بھول جاؤ گے، تمہیں جنسی طاقت ملے گی، سرور، کیف، نشہ اور ایک نئی دنیا ملے گی، مگر جب میں نے اس کو استعمال کیا تو نتیجہ بالکل الٹ نکلا۔ میں اپنے آپ سے بیزار ہوگیا، مسلسل تھکن اور نیند کے غلبے کا شکار ہوگیا۔ قوت ارادی ختم ہوگئی، حافظہ کمزور ہوگیا، جسم میں طاقت ختم ہوگئی۔ اپنے بیگانے کی پہچان ختم ہوگئی، سوچنے کی طاقت نہ رہی۔ میرے تمام دوست جو اس گندے کھیل میں میرے ساتھ تھے، ان کی حالت مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ انہوں نے تو مجھے اس لیے ہیروئن کے راستے پر ڈالا تھا کہ میں ان کے لیے بھی ہیروئن خرید سکتا تھا، ان کے حالات یہ تھے کہ اکثر کے کاروبار ختم ہو چکے تھے، ملازم پیشہ اپنی ملازمتوں سے ہاتھ دھو چکے تھے۔ جو کالجوں میں تھے، انہیں کالجوں سے نکال دیا گیا تھا، بس ہم لوگوں کے سامنے اب لے دے کے ایک ہی ہدف رہ گیا تھا اور وہ ہدف تھا رقم کا حصول، ہیروئن خریدنے کے لیے دولت کی ریل پیل جاری رہے اور بس! اور اس کام کے لیے

میں ان کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

افسوس! میں نے اپنی پیاری ماں کو دھوکا دیا۔ اس سے رقمیں وصول کرنے کے لیے کتنے جھوٹ بولے، وہ بے چاری تو مجھ پر اندھا اعتماد کرتی تھی۔ میرے جھوٹ کو سچ سمجھتی رہی، میں نے جب بھی اس سے رقم مانگی، اس نے انکار نہ کیا۔ اس طرح میں اسے دھوکے پر دھوکا دیتا رہا، گھر کی چیزیں بھی چراتا رہا، ان چیزوں کو اپنے دوستوں کے ذریعے فروخت کرتا رہا اور اس طرح ملنے والی رقموں سے ہم سب ہیروئن خرید کر پیتے رہے۔ ماں مجھ پر اندھا اعتماد کرتی تھی، وہ میرے ہر جھوٹ کو سچ سمجھتی رہی، لیکن آخر...... ایک دن حقیقت کھل کر اس کے سامنے آ گئی، اسے معلوم ہو گیا کہ میں ان رقوم کا کیا کرتا ہوں، وہ بہت ناراض ہوئی، مجھ پر بہت بگڑی، پہلے تو مجھے بہت سمجھایا، جب میں نہ سمجھا تو اس نے مجھے دھمکی دی:

''میں تمہارے ابو کو یہ بات بتا دوں گی۔''

میں نے اس کی اس دھمکی کی بھی پروا نہ کی اس نے مجھ سے کتنے پیار بھرے انداز میں کہا تھا:

''تم ہسپتال میں داخل ہو جاؤ، میں وہاں تمہارا علاج کراؤں گی۔''

میں نے انکار کر دیا، وہ سختی سے علاج کرنے کے لیے کہتی رہی، میں انکار کرتا رہا، وقت کے ساتھ میں نشے کا اور زیادہ عادی ہوتا چلا گیا اور وہ میری اصلاح کی کوشش کرتی رہی۔''

وہ چند لمحے کے لیے رکا، پھر کہنے لگا:

''جس دن یہ حادثہ ہوا، اس روز مجھے اپنے ساتھیوں کے لیے ہیروئن کی ضرورت تھی، ان کے پاس ہیروئن ختم ہو چکی تھی اور پیسے بھی نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے پیسے لانے کے لیے کہا۔ میں نے والدہ سے ایک ہزار پاؤنڈ مانگے، میں نے جھوٹ بول کر کہا میری گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے، مگر اسے خوب معلوم تھا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں، چنانچہ رقم دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس وقت میرے دماغ میں ایک شیطانی خیال آیا، میں نے والدہ سے کہا،

دیکھو! اگر تم مجھے رقم نہیں دو گی تو میں ابو کو بتاؤں گا، تمہارے کسی شخص سے تعلقات ہیں، والدہ کو یہ سن کر سخت طیش آیا، وہ چلا اٹھی:

''بے شرم! یہ الزام لگاتے تمہیں شرم نہیں آئی؟ میں تمہاری ماں ہوں۔''

اس نے غصے کی حالت میں میرے منہ پر تھوک دیا۔ اس وقت مجھ پر ہیروئن کا نشہ سوار تھا، اس نے جو میرے منہ پر تھوکا تو مجھ پر دورے کی کیفیت طاری ہوگئی۔ میں نے نشے کی حالت میں محسوس کیا جیسے میری ماں کسی غیر مرد کے ساتھ ہے، میرے دماغ میں آیا، ایسی بدکار اور خائن عورت کا اس دنیا میں رہنے کا کوئی جواز نہیں۔ اب اسے مر جانا چاہیے، یہ موت کی حقدار ہے، اس نے اپنے خاوند سے بے وفائی کی ہے۔ چنانچہ اس خیال کے زیر اثر میں کچن میں گیا، وہاں گوشت کاٹنے والی چھری موجود تھی، میں نے اس کو اٹھا لیا، تیزی سے باہر آیا، اس وقت بھی ماں غصے کی حالت میں بڑبڑا رہی تھی۔ ادھر میں چھری ہاتھ میں لہرا کر بولا۔''

''فوراً ایک ہزار پونڈ نکال۔''

اس نے پھر انکار کیا، سخت لہجے میں بولی۔

''ہرگز نہیں دوں گی۔''

بس اس وقت میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہوگئی، میں نے چھری کا وار اس پر کیا، پھر وار کرتا چلا گیا، وہ چیختی چلاتی رہی، مدد کے لیے پکارتی رہی، اس طرح وہ شریف اور پاک باز ماں میرے غلیظ ہاتھوں قتل ہوگئی۔ بس ابو یہ ہے کُل کہانی۔''

بیٹے نے یہ دردناک کہانی ختم کی۔ باپ نے نفرت اور غصے کے عالم میں اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، پھر ایک جھٹکے سے اٹھا اور حوالات سے باہر نکل آیا۔ ہیڈ وارڈن نے حوالات کا دروازہ بند کیا تو اس لمحے بیٹا پوری قوت سے چلایا۔

''ابو...... ابو! میری بات سنیں، مجھے اکیلا نہ چھوڑیں، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ یہ لوگ مجھے ماریں گے، پھانسی کا پھندا مجھے اپنے سر پر نظر آ رہا ہے۔''

جب باپ نے مڑ کر نہ دیکھا اور کوئی جواب بھی نہ دیا تو وہ پھر پوری قوت سے چلایا۔"

"ابو! اس کہانی کے، کہانی کے اس انجام کے اصل ذمے دار تم ہو.....تم ...... اس سانحے کی ذمے داری تم پر ہے، تم ہی ذمے دار ہو۔"

اس طرح نوجوان ماحون اپنی یہ کہانی تمام ملاقاتیوں اور صحافیوں کو سناتا رہا۔ اس سارے معاملے کی ذمہ داری اپنے باپ پر ڈالتا رہا، وہ چلا چلا کر کہتا رہا:

"اس جرم میں میرا والد برابر کا شریک ہے، پھر سزا صرف مجھے کیوں دی جارہی ہے، اس نے میری تربیت پر کبھی توجہ نہ دی، سبب تو وہ بنا۔"

اور پھر نوجوان پر مقدمہ چلانے کی نوبت ہی نہیں آئی، صرف چند دن میں وہ مکمل طور پر پاگل ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر حضرات کی رپورٹوں کے بعد اسے پاگل خانے بھجوا دیا گیا، پاگل خانے میں جب کوئی اس کے سامنے آتا، وہ اس سے یہی کہتا ہے:

"اصل ذمے دار تو میرا باپ ہے، میری ماں تو دنیا کی مقدس ترین خاتون تھی۔"

قاہرہ میں دقی نام کا محلّہ ہے، اس کے درمیان ایک خوبصورت مسجد ہے۔ قارئین اگر کبھی آپ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہو تو آپ کو وہاں سفید لباس میں ایک شخص نظر آئے گا...... رحل پر قرآن رکھے تلاوت کر رہا ہوگا، ہر مرتبہ قرآن کے بعد وہ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرتا نظر آئے گا:

"اے میرے اللہ! مجھے معاف کر دے، میری مغفرت فرما دے، میں نے اپنی بیوی اور بیٹے کے حقوق میں کوتاہی کی، اس کے لیے مجھے معاف کر دے۔"

آپ جان جائیں گے، یہ شخص تو وہی احمد ہے جس کی کہانی پڑھ کر ہم نے بہت درد محسوس کیا...... جی ہاں! یہ وہی ارب پتی بزنس مین احمد ہے، لیکن اب یہ ارب پتی نہیں رہا، اس نے اپنی تمام جائیداد وقف کر دی ہے۔ ہیروئن کو ختم کرنے والے ایک ادارے کو دے دی ہے اور اپنا ٹھکانا مسجد کو بنا لیا ہے، اب یہ نماز، روزہ اور قرآن کی تلاوت میں اپنے شب و روز بسر

کرتا ہے۔

اگر کبھی آپ کو اس مسجد میں جانے کا اتفاق ہو جائے تو وہ آپ سے بہت محبت سے ہاتھ ملائے گا، آپ سے تھوڑا سا وقت مانگے گا۔ پھر پوری تفصیل سے آپ کو یہ کہانی سنائے گا۔

جی ہاں.................!

یہ تو آپ نے ایک گھر کی عبرت آموز داستان پڑھی۔ ایسے ہزاروں گھر ہوں گے جن کی ایسی کیفیت ہو گی۔ اگر معاشرے کے نوجوانوں کی اپنی شریعت مطہرہ سے آگاہی کرائی ہو اور ان کی اسلامی احکام کے مطابق تربیت ہو تو ہمارے گھروں کا سکون اسی طرح تباہ نہ ہو، انسانی معاشرے پر گندے اثرات ڈالنے والی ایسی چیزیں اللہ نے حرام فرمائی ہیں:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾

[المائدہ: ۹۰]

اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور آستانے اور پانسے سب گندے شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے بچو تا کہ تم فلاح پا سکو۔

شراب جوا وغیرہ معاشرے میں ایسے ناسور ہیں جن سے نسلیں ہر اعتبار سے تنزل کا شکار ہوا جاتی ہیں۔ حرمت شراب سے مراد صرف شراب ہی نہیں بلکہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْبَتْعِ فَقَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ)) [1]

ہمارے دین نے تو ہماری راہ نمائی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، صرف ہمارا قصور ہے، ہم خود شریعت پر عمل پیرا نہیں اور نہ ہی اپنی اولادوں کو اس راستے پر چلانے کی کوشش کرتے ہیں جس

[1] مسلم ، باب کتاب الشربة ، باب ان کل مسکر خمر و ان کل خمر حرام :

کی وجہ سے ہمیں یہ بھیانک مناظر دیکھنے پڑتے ہیں۔ میں نے ذرائع ابلاغ کے اصلاح طلب پہلوؤں پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور معاشرے میں اس کے تاثرات کے حقائق کی فرضی نہیں بلکہ وقوع پذیر واقعات سے وضاحت کی کہ ہم موازنہ کرنے کے بعد اصل نتائج تک پہنچ کر اپنی اولادوں کی تربیت میں کوتاہی نہ کریں اور ایسے ابلاغ کے ذرائع گھروں سے نکال دیں تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اگر ریڈیو یا ٹیپ وغیرہ رکھنے بھی ہوں تو اس کو اپنے کنٹرول اور نگرانی میں رکھیں تا کہ ان کا صحیح استعمال ہو۔

بچوں پر اسلامی تعلیم و تربیت کے اثرات

ہر فتنے اور فساد کے دور میں اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر سلامتی کی راہ تلاش کی جا سکتی ہے۔ جس دور جہالت میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے کون سی برائی تھی جو اس معاشرے میں نہ ہو لیکن آپ کی تعلیمات پر جب وہ لوگ عمل پیرا ہوئے، ان کو تمام برائیوں سے نجات مل گئی اور وہ لوگ خیر الامم کے لقب سے نوازے گئے۔

یہی بات شاعر اپنے قول میں پیش کرتے ہیں ۔

نِظَامُ الْعَدْلِ یَمْنَعُ کُلَّ شَرٍّ
وَ طَلَبُ الشَّرْعِ یَنْزِعُ کُلَّ دَاءٍ
هُوَ الْإِسْلَامُ مَا لِلنَّاسِ عَنْهُ
إِذَا ابْتَغَوُا السَّلَامَةَ مِنْ غَنَاءٍ
فَإِذَا انْصَرَفَتْ شُعُوبُ الْأَرْضِ عَنْهُ
فَبَشِّرْ كُلَّ شِعْبٍ بِالشِّقَاءِ

''اسلام کا عادلانہ نظام ہی برائی کی جڑ کاٹتا ہے اور شریعت کا علاج ہی ہر مرض کی دوا ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مسلک ہے کہ سلامتی اور راستی کے طالبوں کے لیے اس کے بغیر چارا نہیں، اگر ساری قومیں اس سے روگردانی کر لیں تو ان کو خبردار کر دو کہ ان کی بدبختی کا وقت آ گیا ہے۔''

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾

[آل عمران : ۱۰۳/۳]

''اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

اس میں شک نہیں کہ موجودہ مسلمان کی پستی اور تنزلی دینی تعلیمات سے روگردانی اور اپنی نسلوں کو بھی اس سے محروم رکھنے کے سبب سے ہے بلکہ ہم سلف کے وہ خلف ہیں جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور خواہشات کے متبع ہوئے جس کی وجہ سے ہم نے شریعت کی دیواروں کو زمین بوس کر دیا، دین کی حرمت اور عزت کو پامال کیا اور غیر مسلم کے طریقہ کو اکثر معاملات میں پوری شدت سے اپنا لیا۔ آج کے کوتاہ اندیش اور نادان مسلماں سمجھتے ہیں کہ پیش قدمی اور ترقی یہ ہے کہ مزین عمارتوں میں رہائش اختیار کریں۔ بے پردگی اور عریانی میں یہود و نصاریٰ کے دوش بدوش رہیں۔ لباس، کھانے پینے میں اپنی مرضی ہو اور حلال و حرام کی قید سے مستثنیٰ ہوں اور ان تصورات میں ہم اس لیے جا چکے ہیں کہ ہم نے اپنی دینی وراثت کو چھوڑ دیا ہے۔

ہمیں چاہیے تھا کہ ہم اپنے صالح اور خدا کے محبوب آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چل کر اپنی اور اپنی اولاد کی اصلاح کریں اور ان کی اولادوں کے واقعات اللہ تعالیٰ نے ہماری راہ نمائی کے لیے قرآن حکیم میں بیان فرمائے ہیں۔

حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کی اولاد کو تعلیم وتربیت:

﴿ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ○ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○﴾

[البقرة : ١٣١ ـ ١٣٣]

’’جب کبھی بھی انہیں ان کے رب نے کہا ’’فرمانبردار ہو جا‘‘ انہوں نے کہا ’’میں نے رب العالمین کی فرمانبرداری کی۔‘‘ اس کی وصیت ابراہیم اور یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو کی کہ ہمارے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند فرما لیا ہے۔خبردار! تم مسلمان ہی مرنا۔کیا (حضرت) یعقوب علیہ السلام کے انتقال کے وقت تم موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنی اولاد کو کہا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو سب نے جواب دیا کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) اور اسحاق (علیہ السلام) کے معبود کی جو معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔‘‘

ان آیات میں یہود کے باطل دعویٰ کی تردید کی گئی ہے, وہ کہتے تھے کہ ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام یہودی تھے حالانکہ وہ یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ وہ تو موحد مسلمان تھے اور ان کی اولاد بھی اسی توحید کے عقیدہ پر قائم تھی جس کا نام اسلام ہے اور یہی سلامتی کا راستہ ہے اور دوسری بات ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اسلام کے مطابق کس قدر تربیت کرتے ہیں کہ زندگی بھر بھی اسی محنت پر لگے رہے کہ ان کا تعلق اپنے اللہ سے نہ

ٹوٹے اور زندگی کے آخری لمحات میں بھی ان کو یہی فکر لاحق تھی کہ ہماری اولاد ہمارے بعد بھی اسلام پر قائم و دائم رہے۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ اسلام ہی ایک ایسا راستہ ہے جس پر گامزن رہنے والا کامیابیوں اور کامرانیوں کی منزلیں طے کرتا ہے۔ انسان سے تو اس دھوکے اور فریب کی دنیا میں ہزاروں غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، ان سب کی تلافی کا راستہ یہی ہے۔ بقول شاعر ؎

كُلُّ كَسْرٍ فَاِنَّ الدِّيْنَ يُجْبِرُهٗ
وَمَا لِكَسْرِ قَنَاةِ الدِّيْنِ جَبْرَانٗ

''دین ہر قسم کی غلطی کی تلافی کرتا ہے اگر دین کا نیزہ ٹوٹ جائے تو اس کی تلافی نہیں۔''

حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ بیٹے کی تربیت میں:

نیک والدین اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرتے ہیں۔ حضرت لقمان علیہ الرحمۃ کا واقعہ جو نزول قرآن سے صدیوں پہلے کا ہے، ان کی نصیحت آموز باتیں جو وہ اپنے بیٹے کو تربیت دینے کے لیے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اتنی محبوب ہوئیں کہ امت محمد ﷺ کی رہنمائی کے لیے اپنی مقدس کتاب میں بیان فرمائی ہیں:

﴿ وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۝﴾ [لقمان : ۱۳/۳۱]

''اور جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا، بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔''

حضرت لقمان علیہ السلام بیٹے کو اچھی باتوں کی تلقین کا آغاز توحید باری سے کرتے ہیں کیونکہ توحید اسلامی عمارت کی اساس ہے. جیسا کہ بچے کی پیدائش کے موقع پر اس کے کان میں سب سے پہلی صدا ہی توحید کی دی گئی تھی، اب وہ سمجھ بوجھ میں قدم رکھ رہا ہے تو اس کو وہ

توحید سمجھائی جائے جس طرح حضرت لقمان اپنے بیٹے کو اچھے انداز میں سمجھا رہے ہیں۔ جس کی وضاحت قرآن پاک کے دوسرے مقام پر یوں ہے:

﴿ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝ ﴾
[لقمان : ٣١ / ١٦]

''اے پیارے بیٹے ! اگر تیرا عمل رائی کے دانے کی مثل ہو، تو اس کو پہاڑ کی غار میں کرے یا آسمان کی بلندیوں اور زمین کی پستیوں میں اللہ اس کو تیرے سامنے پیش کر دے گا، اس لیے کہ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔''

اپنے گرد و پیش نظر دوڑائیں ہمیں کوئی ایسا باپ نظر نہیں آتا ہے جو اپنی اولاد کو حضرت لقمان علیہ السلام کی طرح اپنے پاس بٹھا کر ایسی دور اندیش باتیں سمجھائے۔ ہمیں تو اپنی اولاد کی دنیا کا فکر ہمیشہ دامن گیر رہتا ہے جس کے لیے ہم رات دن اپنی اولاد سے لڑتے ہیں۔ ہم کو یہ سوچ ہی نصیب نہیں ہوتی کہ ہم اپنی اولاد کو مالک حقیقی کا تعارف کرائیں۔ دیکھیے وہ اپنے لخت جگر کو یہ بات کس انداز میں ذہن نشین کرا رہے ہیں کہ بیٹا مالک و خالق کا علم ہمارے تمام اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کسی وقت بھی ایسا کوئی عمل نہ کرنا جس کی وجہ سے عدالت خدا میں نادم ہونا پڑے۔ ہم کو بھی یہ فکر لاحق ہونی چاہیے اور اپنی اولاد کے اعمال کی اصلاح کے لیے ایسے کوشش کریں اور ان کے ذہن میں یہ تصور پیدا کریں کہ ہمارا کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں جو اللہ کے علم سے پوشیدہ ہو۔ جب اس کو یہ عقیدہ نصیب ہو جائے گا کہ میرا اللہ مجھے ہمیشہ دیکھتا ہے تو وہ برے اعمال کبھی نہیں کرے گا۔ یہ حقیقت ہے ؎

اِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ
خَلَوْتُ وَ لٰكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيْبٌ
وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ يَغْفِلُ سَاعَةً
وَ لَا اَنَّ مَا يَخْفٰى لَدَيْهِ يَغِيْبٌ

''جب کبھی تو خلوت میں ہو تو مت خیال کر کہ میں تخلیہ میں ہوں بلکہ یہ سمجھ کہ مجھ پر بھی ایک نگران ہے۔ یہ مت خیال کر کہ اللہ ہم سے کسی وقت بھی بے خبر ہوگا اور یہ بھی نہ سمجھ کہ کوئی چیز اس سے مخفی اور پوشیدہ ہوگی۔''

عقیدۂ توحید ذہن نشین کرانے کے بعد اپنے فرزند کو اعمال کی تلقین کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار صحت عقیدہ پر ہے:

﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾

[لقمان : ١٧/٣١]

''اے پیارے بیٹے! نماز کی پابندی کرو اور لوگوں کو اچھے کام کی تلقین کرو اور برے کاموں سے منع کرو اور جو تکلیف آئے اس پر صبر کرو، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔''

توحید کے اقرار کے بعد نماز ہی اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے جس کے بغیر توحید و رسالت کی گواہی ذریعۂ نجات نہیں بن سکتی۔ اگر کوئی شخص بے نماز ہے تو اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، اس کی یہ کوتاہی اسے جہنم میں لے جائے گی۔ جس کی شہادت قرآن بیان کرتا ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ○ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ○ فِيْ جَنّٰتٍ ۚ يَتَسَآءَلُوْنَ ○ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ○ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ ﴾

[مدثر : ٣٨/٧٤ ـ ٤٣]

''ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے مگر دائیں ہاتھ والے کہ وہ بہشتوں میں (بیٹھے ہوئے) گنہگاروں سے سوال کرتے ہونگے، تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے۔''

نماز روح کی غذا ہے، انسان اپنی جسمانی توانائی کے لیے اچھی سے اچھی غذا کھاتا ہے تاکہ جسم طاقتور رہے۔ اسی طرح روحانیت کی بقا کے لیے روح کی غذا کی سخت ضرورت ہے اور وہ نماز ہے۔ جسمانی غذا دن میں کئی بار استعمال کی جاتی ہے تاکہ طاقت بحال رہے، روحانی غذا بھی رات دن میں پانچ دفعہ استعمال کی جاتی ہے تاکہ روحانی طاقت زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو اور اللہ سے تعلق رہے۔ اگر انسان جسمانی غذا چھوڑ دے اور بھوکا رہے تو اس کی جسمانی طاقت بالکل کمزور ہو جائے گی، یہاں تک کہ لاغر اور کمزور ہو کر مر جائے گا۔ یہی کیفیت روحانی غذا کی ہے اگر انسان اسے استعمال نہیں کرے گا تو اس کی ایمانی طاقت اور دل مردہ ہو جائے گا اور روحانیت ختم ہو جائے گی۔ اس لیے چاہیے کہ اللہ کے تعلق کی بقا کے لیے نماز سے روحانی طاقت پیدا کریں تاکہ جب ہم دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کریں تو اس کی سزاؤں سے محفوظ رہیں۔

اسی طرح وہ اپنے بیٹے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتے ہیں۔ معروف سے مراد وہ اعمال ہیں جن کو عقل سلیم مستحسن قرار دے۔ خیر اور اطاعت کے سب کاموں کو مشتمل ہے اور منکر سے مراد ایسے کام ہیں جن سے عقل سلیم انکار کرے۔

جس معاشرے میں برے کاموں سے منع کرنے والے افراد نہ ہوں وہ معاشرہ برائیوں سے کبھی پاک نہیں ہوسکتا۔ برائی جب عام ہو جاتی ہے تو اکثر لوگوں کا دل اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ آنکھ جب برائی بار بار دیکھتی ہے تو دل میں برائی کا خیال رفتہ رفتہ پختہ ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ دل برائی کو برائی نہیں سمجھتا اور نہ ذہن میں اس کے گناہ ہونے کا تصور آتا ہے کیونکہ دل کا ایمانی نور بجھ جاتا ہے۔ جس طرح کہ حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَخْطَأَ خَطِيئَةً نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةً سَوْدَاءَ فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَ اسْتَغْفَرَ وَ تَابَ سُقِلَ قَلْبُهُ وَ اِنْ عَادَ زِيْدَ فِيهَا حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهُ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا

يَكْسِبُوْنَ﴾)) ❶

''جب آدمی برائی کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کر لے تو وہ دھبہ ڈھل جاتا ہے، اگر باز نہ آئے تو آہستہ آہستہ دل سیاہ ہو جاتا ہے پھر آپ نے دلیل کے لیے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''خبردار! برے کاموں کی وجہ سے ان کے دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔''

برائی سے منع کرنے کا یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ آدمی خود برائی سے محفوظ ہو جاتا ہے، اس لیے کہ جب دوسرے کو برائی سے روکے اور خود برائی کی طرف مائل ہو تو دل ملامت کرتا ہے کہ اس کو تو برے کام سے روکتا ہے اور خود اس کو کرتا ہے تو یوں وہ برائی سے بچ جاتا ہے۔

دیکھیں حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے پر کس قدر محنت کر رہے ہیں۔ جس باپ کو اپنی اولاد کا فکر ہو کہ میری اولاد میرے لیے اللہ کی رحمت بنے، وہ اسی طرح ان شب و روز کی نگرانی کرتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سی نصیحتیں کتب تفاسیر میں موجود ہیں جو انہوں نے اپنے لخت جگر کو فرمائی تھیں جیسے:

- ❄ اے بیٹے! یہ دنیا ایک بہت گہرا سمندر ہے اس میں بہت سی دنیا غرق ہو چکی ہے، اگر تو نجات چاہتا ہے تو اس میں تقویٰ کی کشتی تیار کر کے اس کو ایمان کی دولت سے بھر لے، ہوسکتا ہے کہ تو نجات حاصل کر لے۔
- ❄ اے بیٹے! جس انسان کو اس کا اپنا نفس وعظ کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت نصیب ہوتی ہے۔
- ❄ اے لخت جگر! باپ کی سزا اولاد کے لیے ایسے نفع بخش ہوتی ہے جیسے کھیتی کو کھاد فائدہ دیتی ہے۔
- ❄ اے فرزند! قرض سے بچتے رہنا کیونکہ یہ دن کی ذلت اور رات کا غم ہوتا ہے۔

❶ "حسن" جامع الترمذی، ابواب التفسیر، باب "ومن سورة ويل للمطففين حدیث: ٣٣٣٤.

❄ اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھ لیکن ایسی نہ ہو جو تجھ کو برائی کی طرف مائل کر دے اور خوف الٰہی دل میں رکھ لیکن ایسا خوف نہ ہو جو تجھے اللہ کی رحمت سے ناامید کر دے۔

❄ اے بیٹے! جنازہ میں شرکت کیا کرو اور شادیوں میں مت جایا کرو کیونکہ جنازہ تجھے آخرت یاد کرائے گا اور شادیوں میں تجھے دنیا کی چاہت حاصل ہوگی۔ [1]

❄ اے بیٹے! نیک لوگوں کو کھانا کھلایا کر اور علماء سے مشورہ لیا کر۔

❄ اے بیٹے! زیادہ گفتگو مت کیا کر کیونکہ خاموش رہنے میں سلامتی ہے، اگر بات کرنی ہو تو اچھی بات کیا کر۔

کس قدر سبق آموز باتیں ہیں لیکن افسوس ہے کہ ایسی باتوں سے ہمارے گھر خالی ہیں۔کوئی باپ ڈھونڈنے سے نہیں ملتا جو اپنی اولاد کی ایسی تربیت کرتا ہو اور نہ ہی کوئی والدہ ایسی نظر آتی ہے جو اپنی اولاد کے لیے ایسی فکر رکھتی ہو، الا ماشاء اللہ۔

مندرجہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان والد اولاد کی کیسی تربیت کرتا ہے۔ اسی طرح والدہ کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کے والد سے ایسے نیک کام میں معاونت کرے تاکہ وہ دونوں مل کر اس ذمہ داری کو بخوبی سرانجام دے سکیں۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے یہ ذمہ داری اکیلی والدہ کو ادا کرنی پڑے تو وہ اس میں کوتاہی نہ کرے۔قرون اولیٰ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ بچوں کی ماؤں نے ان کی ایسی تربیت کی جس کی مثالیں آج کے مردوں میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرھم کی مائیں مبارک کی مستحق ہیں۔اسی طرح ماں باپ دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ دونوں مل کر اپنی اولاد کو اس طرح کی بنائیں جو دنیا اور آخرت میں ہمارے لیے اکرام کا باعث بنے۔ایسا نہ ہو کہ تھوڑی سی کوتاہی کی وجہ سے دوامی عذاب برداشت کرنا پڑے۔جیسا کہ ہمارے آج کے معاشرے میں والدین بچوں کے

[1] روح المعانی ۲۱/۸۲۔

لاڈ پورے کرتے کرتے ان کو ایسے گھڑے میں دھکیل دیتے ہیں جس سے وہ کبھی نہ نکل سکیں یا عدم توجہ کی وجہ سے ایسے گل کھلائیں کہ ہنستا بستا گھر عبرت کا نشان بن جائے۔

اولاد کی عسکری تربیت

قرون اولیٰ پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات بالکل واضح نظر آتی ہے کہ اس دور کے مسلمان والدین جس طرح اولاد کو دینی تعلیم دینا ایک فریضہ سمجھتے تھے اسی طرح اپنی اولاد کو جہاد کے لیے تیار کرنا بھی واجب گردانتے تھے، اس لیے کہ دین کی تکمیل بغیر جہاد کے ممکن نہیں۔ جہاد کے بغیر نہ تو اسلامی معاشرہ قائم ہوسکتا ہے اور نہ ہی اسلام ترقی کر سکتا ہے اور نہ اسلامی ریاست کی حفاظت ہوسکتی ہے۔ جہاد ہی میں مسلمانوں کی عزت کی زندگی ہے، جو قومیں جہاد چھوڑ دیتی ہیں تو ذلت اورخواری ان کا مقدر بن جاتی ہے. رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے تو یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مسلمان کا تو ذریعۂ معاش بھی اسی جہاد میں ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ بِالسَّيْفِ حَتّٰى يُعْبَدَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ جُعِلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ وَ جُعِلَ الذِّلَّةُ وَ الصِّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِيْ وَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) [1]

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مجھے تلوار دے کر بھیجا گیا ہے یہاں تک کہ ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہو۔ میرا رزق میرے نیزے کے نیچے ہے۔ ذلت اور رسوائی اس قوم کا مقدر ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے۔ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے

[1] صحیح: مسند احمد: ۲/ ۵۰، ۹۲۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸/ ۱۵۰/ ۱۔

ہوگا۔"

تو صحابہ کرام نے بھی وہی راستہ اختیار کیا جس پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پایا اور یہی راستہ انہوں نے اپنی اولاد کے لیے پسند کیا۔

مجاہد کی فضیلت:

جہاد کی بہت سی اقسام ہیں موقع کی مناسبت سے ہر ایک پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ ہتھیار سے، قلم سے، زبان اور مال سے لیکن سب سے افضل اور قرآن وحدیث میں جس جہاد کی فضیلت کا ذکر ہے وہ قتال فی سبیل اللہ ہے یعنی دین کے دشمنوں سے میدان جنگ میں نبرد آزما ہونا۔

یوں تو سب مسلمان یکساں ہیں لیکن اعمال کے اعتبار سے درجات ہیں۔قرآن وحدیث میں اس بات کی بہت سے مقامات پر وضاحت کی گئی ہے، سب مومنوں سے افضل مجاہد مومن ہے۔ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے:

﴿ لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِى الضَّرَرِ وَ الْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴾

[النساء : ٤/ ٩٥]

"جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھ رہتے (اور لڑنے سے جی چراتے) ہیں اور کوئی عذر نہیں رکھتے وہ اور جو خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ نے درجے میں فضیلت بخشی ہے اور (گو) نیک وعدہ سب سے ہے لیکن اجر عظیم کے لحاظ سے خدا نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت بخشی ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سب مومنوں سے افضل مومن مجاہد بتایا ہے البتہ بامر مجبوری اگر وہ جہاد میں شریک نہ ہوسکا تو وہ مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح حدیث مبارکہ میں بھی یہ وضاحت موجود ہے کہ سب سے افضل وہ آدمی ہے جو مجاہد ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب میں ذکر کیا ہے:

بَابُ اَفْضَلُ النَّاسِ ''مُؤْ مِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ '' لوگوں میں سب سے افضل مجاہد مومن ہے۔'' اور اس کے تحت یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ:

((قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ))[1]

''وہ آدمی سب سے افضل ہے جو مال و جان سے میدان جنگ میں شریک ہوتا ہے۔''

اس طرح آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے اچھا عمل کونسا ہے تو آپ ؐ نے فرمایا:

((أَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ ثُمَّ الْجِهَادُ))[2]

''ایمان لانے کے بعد سب سے اچھا عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔''

اس طرح بہت سی قرآنی آیات اور احادیث میں مجاہد کی فضیلت کا ذکر موجود ہے۔ اگر سب کو ذکر کیا جائے تو بات میں طوالت آتی ہے۔ مجاہد کی فضیلت کا سبب یہ ہے کہ انسان کو اس جہان میں اپنی جان سے عزیز کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اگر آدمی کو کوئی تکلیف ہو تو محبوب سے محبوب چیز بھی قربان کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ جس خوش نصیب نے اپنے مالک حقیقی کی خوشنودی میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا وہ افضل نہیں ہوگا تو اور کون افضل ہوسکتا ہے!! اندازہ لگائیں جس مقام کے حصول کے لیے خیر الوریٰ محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی

[1] صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسير، باب افضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله في سبيل الله حديث : ٢٧٨٦ ـ

[2] ''صحیح'' مسند احمد۔ المعجم الكبير للطبرانی۔ دیکھیے صحیح الجامع الصغير للألبانی : ١٠٩١ ـ

چاہت رکھتے ہوں تو اس سے بڑھ کر اور کونسا مقام ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُّ اَنِّیْ اُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ))[1]

''اس ذات کی قسم جس کے میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں شہید ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو جاؤں۔''

ہمیں بھی چاہیے کہ ایسے مقام کے حصول کے لیے خود بھی متمنی ہوں اور اپنی اولاد کو بھی راغب کریں۔

میدان جہاد کے اعمال کی فضیلت:

صحابہ کرام اپنی اولاد کو جہاد کے لیے اس وجہ سے تیار کرتے تھے کہ جہاد کا میدان تربیت کے لیے بہت بڑا ذریعہ ہے۔ دنیا کی زیب و زینت سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور اپنے اللہ سے لگاؤ بڑھتا ہے۔ مجاہد کو کئی کئی دن تک حجامت کا موقع بھی نہیں ملتا اور بہترین دھلے ہوئے لباس اور لذیذ کھانے میسر نہیں آتے بلکہ کئی کئی دن تک بیابان جنگلات میں فاقے سے سفر طے کرنے پڑتے ہیں۔ ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ میدان میرے لیے میرے اللہ کی ملاقات کا سبب بنے گا تو ایمانی قوت بڑھ جاتی ہے، آخرت کے مناظر پر نظر ہوتی ہے، جنت کی نعمتوں کا شوق اور عذاب جہنم کا خوف اعمال میں روح ڈال دیتا ہے۔ ایسی صورت میں جو اعمال نماز، روزہ اور تلاوت وغیرہ ادا کیے جائیں۔ وہ شہروں اور بارونق محلات اور پرکشش مساجد میں ادا کرنے والے اعمال سے افضل ہوتے ہیں جس کی دلیل احادیث سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب تمنی الشهادة حدیث: ۲۷۹۷۔

کہ اے اللہ کے رسول! میں ایک گھاٹی کے پاس سے گزرا وہاں میٹھے پانی کا چشمہ جاری تھا میرے دل میں تصور آیا کہ میں لوگوں سے کنارہ کش ہو کر وہاں زندگی گزاروں تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:

((لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ مَقَامَ اَحَدِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَامًا)) ❶

''ایسا مت کرو اس لیے کہ آدمی کا اللہ کے راستے میں جانا اس کی گھر کی ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔''

اس طرح اگر مجاہد میدان جہاد میں روزہ رکھے تو وہ عام مسلمانوں کے روزہ سے افضل ہے، جس کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے خود فرمائی ہے:

((عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ)) ❷

''حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے راستہ میں یعنی جہاد کے میدان میں روزہ رکھے تو اللہ اس مجاہد اور جہنم کے درمیان زمین آسمان کے خلا کے برابر فاصلہ کر دیتا ہے۔''

یہی کیفیت صدقات و خیرات کی ہے۔ وہ خیرات جو میدان جہاد میں کی جائے دوسرے مقام پر خیرات کرنے سے افضل ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

---

❶ ''حسن'' جامع الترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل الغدو والرواح فی سبیل الله، حدیث: ۱۶۵۱۔

❷ ''حسن'' جامع الترمذی، فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل الصوم فی سبیل الله، حدیث: ۱۶۲۴۔

« قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَفْضَلُ دِيْنَارٍ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلٰى عَيَالِهٖ وَ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلٰى اَصْحَابِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ »[1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''افضل مال صدقے کے اعتبار سے وہ ہے جو انسان اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے۔ اسی طرح جہاد کے میدان میں اپنے گھوڑے اور ساتھیوں پر جو خرچ کرے۔''

ان روایات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ میدان جہاد میں جو اعمال کیے جائیں وہ گھر کے اعمال سے افضل ہوتے ہیں۔ افضل کیوں نہ ہوں وہ میدان تو ایک بہت بڑی تربیت گاہ ہے۔ ہم نے افغانستان کے جہاد میں یہ مشاہدہ کیا کہ ہمارے وہ نوجوان جو والدین کے نافرمان آوارگی اور مجرمانہ زندگی گزارنے والے تھے۔ جہاد میں شرکت کے بعد ان کے سب عیوب اچھے اعمال میں بدلے ہوئے نظر آئے۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی کہ افغان مجاہدین کے ساتھ چند ایام ارض جہاد میں بسر کرنے کا موقع میسر آیا۔ افغانستان کے پہاڑوں میں پتھروں کی کنکریوں پر مجاہدین کے ساتھ نماز ادا کرنے میں جو لطف حاصل ہوا تھا وہ زندگی بھر نصیب نہیں ہوا اور وہاں علامہ اقبال کے یہ اشعار رہ رہ کر یاد آ رہے تھے:

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملاں کی اذاں اور ہے مجاہد کی اذاں اور
گرچہ پرواز ان دونوں کی ہے اس ایک جہاں میں
شاہیں کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور

حقیقت ہے کہ وہ اذان جو توپوں کے گولوں کے سایہ اور کلاشنکوف کی آواز کی گونج میں کہی جارہی ہو اور وہ اذان جو بہترین مسجد کے بلند آواز سپیکر پر ہوتی ہے۔ ان دونوں میں جو

[1] ''صحیح'' سنن ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب فضل النفقة فی سبيل الله تعالیٰ، حديث: ۲۷٦۰ اور دیکھیے صحیح ابن ماجه حديث: ۲۲۳۰۔

فرق ہے وہ بیان کا محتاج نہیں ۔ یہی کیفیت نماز کی ادائیگی میں ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت جہاد:

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے محدث، مصنف اور شاعر ہونے کے ساتھ ایک بہت بڑے بہادر، دلیر مجاہد بھی تھے۔ اپنی تعلیمی مصروفیات کے باوجود وہ میدان جہاد میں حاضر ہوتے اور یہی دعوت اپنے ساتھیوں کو دیتے تھے۔ ان کا ایک دعوتی خط کتب سیر میں منقول ہے، یہ خط انہوں نے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو مکہ مکرمہ میں لکھا تھا، ان کا زیادہ عرصہ حرم پاک میں عبادت کرتے گزرتا تھا۔ خط کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ اَبْصَرْتَنَا
لَعَلِمْتَ اَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

''اے حرمین میں عبادت کرنے والے! اگر تو ہمیں (میدان جہاد میں) دیکھے تو تجھے معلوم ہو جائے کہ تو عبادت میں کھیلتا ہے۔''

مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوْعِهٖ
فَنُحُوْرُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

''جو آدمی اپنے رخساروں کو آنسوؤں میں بھگوتا ہے وہ یہ سمجھے کہ ہمارے سینے خون سے رنگین ہوتے ہیں۔''

اَوْ كَانَ يُتْعِبُ خَيْلَهٗ فِيْ بَاطِلٍ
فَخُيُوْلُنَا بِالصَّبِيْحَةِ تَتْعَبُ

''یا اگر کوئی اپنے گھوڑے باطل میں تھکاتا ہے تو ہمارے گھوڑے جنگ کے زور سے تھکتے ہیں۔''

رِيْحُ الْعَبِيْرِ لَكُمْ وَ نَحْنُ عَبِيْرُنَا
رَهْجُ السَّنَابِكِ وَ الْغُبَارُ الْاَطْيَبُ

”عنبر کی خوشبو تمہیں مبارک ہو اور ہماری خوشبو خون آلودہ گھوڑے کے سم سے اڑنے والی خاک ہے اور کس قدر اور پاکیزہ غبار ہے۔“

وَ لَقَدُ اَتَانَا مِنُ مَقَالِ نَبِیِّنَا
قَوُلٌ صَحِیُحٌ صَادِقٌ لَا یُکُذَبُ

”ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث پہنچی ہے وہ حدیث صحیح ہے جھوٹی نہیں۔“

لَا یَسُتَوِیُ غُبَارُ خَیُلِ اللّٰهِ فِیُ
اَنُفِ امُرِیءٍ وَ دُخَانُ نَارٍ تَلُهَبُ

”اللہ کی راہ میں نکلنے والے مجاہد کے گھوڑے کی غبار اور آگ کا دھواں انسان کی ناک میں جمع نہیں ہونگے۔“

هٰذَا کِتَابُ اللّٰهِ یَنُطِقُ بَیُنَنَا
لَیُسَ الشَّهِیُدُ بِمَیِّتٍ لَا یَکُذِبُ

”یہ اللہ کی کتاب جو ہمیں بول کر بتاتی ہے اس میں بالکل جھوٹ نہیں کہ شہید عام مردوں کی طرح مردہ نہیں ہیں۔“

محمد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ جب میں خط لے کر حرم شریف میں پہنچا اور حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے خط کا عنوان پڑھا اور زار و قطار رو رہے تھے اور فرما رہے تھے:

((صَدَقَ اَبُوُ عَبُدِ الرَّحُمٰنِ وَ نَصَحَنِیُ))[1]

”ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک نے سچ کہا اور مجھے خیر خواہی کے انداز میں وصیت فرمائی ہے۔“

پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ آپ ہی ان کے کاتب ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں میں ہی ان کی کتابت کے فرائض انجام دیتا ہوں۔

[1] سیر اعلام النبلاء: ۸/۴۱۲، سیر اعلام النبلاء، میں یہاں تک واقعہ کا ذکر ہے۔

پھر مجھے انہوں نے فرمایا کہ میری طرف سے اس خط کا جواب یہ حدیث لکھ دو:

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ! عَلِّمْنِیْ عَمَلاً يَعْدِلُ الْجِهَادَ۔ قَالَ: "لَا أَجِدُهُ" قَالَ: هَلْ تَسْتَطِيْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدًا فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ، وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ؟ قَالَ: لَا أَسْتَطِيْعُ))[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتائیں جس کے کرنے سے میں مجاہدین کا ثواب حاصل کر سکوں۔ آپؐ نے پوچھا تم ایسی نماز پڑھ سکتے ہو جس میں کبھی کمی نہ کرو، اس طرح روزے رکھ سکتے ہو کہ کبھی ترک نہ کرو؟ تو اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس بوجھ سے کمزور ہوں۔''

ان درجات کے حصول کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اولاد کو جہاد کے لیے تیار رکھتے تھے تاکہ وقت آنے پر وہ اس فریضہ کو بحسن خوبی سرانجام دے سکیں اور پھر وقت آنے پر جو انہوں نے اسلام کی ترقی کے لیے نذرانے دیے تاریخ ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ان کی قربانیوں کی بدولت جو ترقی اسلام کو ہوئی وہ بھی اپنی مثال آپ تھی۔ صحابہ کی تربیت یافتہ اولاد سے چند ایک کے واقعات لکھنے کی جسارت کرتا ہوں۔

اسلام کے دو شاہین معوذ و معاذ رضی اللہ عنہما:

یہ دو حضرات عفراء رضی اللہ عنہا کے لڑکے تھے، جنگ بدر میں ان دونوں نے جو کارنامہ سرانجام دیا وہ ہر دور کے مسلمانوں کی اولاد کے لیے مشعل راہ ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ بدر میں جب مجاہدین کی صف بندی

[1] "صحیح" مسند احمد : ۲/ ۳٤٤ ، الحدیث : ۸۵۲۱۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹/ ۱۵۷، کی اصل بخاری و مسلم میں ہے۔

ہوئی تو دو کم عمر لڑکے میرے دائیں بائیں موجود تھے۔ میں دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ کفار کے ساتھ یہ پہلا معرکہ ہے اگر میرے دائیں بائیں مضبوط نوجوان ہوتے تو بوقت ضرورت ایک دوسرے کی معاونت ہوتی، یہ میرے ساتھی میرا کیا تعاون کر سکیں گے؟ ابھی یہ تصور میرے ذہن میں تھا کہ ایک لڑکے نے سوال کیا کہ اے چچا جان! ابوجہل کہاں ہے؟ آپ اس کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں جانتا ہوں، تجھے ابوجہل سے کیا واسطہ ہے؟ لڑکے نے ایمانی غیرت سے لبریز الفاظ میں جواب دیا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ میرے ہادی و مرشد حضرت محمد ﷺ کو گالی بکتا ہے، خدا کی قسم! میں اس کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

بقول شاعر ؎

تم صاحب قوت سہی، مانا کہ ہم میں دم نہیں
اب آخری ہے فیصلہ یا تم نہیں یا ہم نہیں

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لڑکے کے جرأت مندانہ کلمات نے مجھے حیرت میں ڈال دیا کہ منہ چھوٹا اور بات بڑی۔ ابھی میں اس لڑکے کا جواب دے ہی رہا تھا کہ دوسرے لڑکے نے مجھے یہی بات دھرائی ؎

قسم اٹھائی ہے مریں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے کہ وہ گالیاں دیتا ہے محبوب باری کو

ابھی بچوں کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ ابوجہل کفار کی صفوں میں گھومتا ہوا نظر آیا تو میں نے ان لڑکوں کو بتایا کہ وہ سامنے تمہارا مطلوب شخص نظر آ رہا ہے۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ننھے شاہین ابوجہل پر شیر کی طرح لپکے اور اپنی تلواروں سے ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ کفار کے سپہ سالار اور سرغنہ کو وہیں ڈھیر کر دیا اور اپنی تلواریں فضا میں لہراتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی کارروائی کا تذکرہ کیا۔ آپؐ نے پوچھا تم میں سے کس نے ابوجہل کو قتل کیا ہے؟ دونوں نے دعویٰ کیا۔ ایک کہتا تھا میں نے مارا، دوسرا کہتا تھا میں نے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا

نہیں۔ آپ نے خود ان کی تلواروں کا معائنہ کیا تو وہ خون آلود تھیں۔ آپؐ نے فرمایا تم دونوں نے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ ❶

دوسری روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ابوجہل کی حالت دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے معرکہ میں جا کر دیکھا کہ لڑکوں نے اس کو اس قدر کاری ضربیں لگائی تھیں کہ وہ قریب المرگ تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی داڑھی پکڑ کر پوچھا کیا تو ہی ابوجہل ہے۔ تو اس نے جواب دیا کیا تم نے مجھ سے کوئی بڑا آدمی بھی مارا ہے؟ یہ اس کے تکبرانہ کلمات تھے۔ ❷

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کر دیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کو خبر دی تو آپؐ نے اللہ کی حمد بیان کی اور اس کی لاش کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا ''یہ اس امت کا فرعون تھا۔'' ❸

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں حضرت معاذ کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے، جب معاذ نے ابوجہل پر حملہ کیا تو اس کا لڑکا عکرمہ دوڑتا ہوا آیا اور اس نے حضرت معاذ پر حملہ کر کے اس کا بازو کاٹ دیا لیکن اس بازو کی شریانیں کچھ باقی تھیں جس کی وجہ سے وہ لٹک رہا تھا۔ وہ لڑکا اسی حالت میں کفار سے لڑتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ بازو لڑنے میں رکاوٹ بنتا ہے تو اس نے پاؤں رکھ کر بازو کو جسم سے جدا کر دیا۔ وہ جرأت کا پہاڑ ایک ہی بازو سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک اسلام کی خدمت کے لیے لڑتا رہا، حتیٰ کہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملا:

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

❶ صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب من لم یخمس الاسلاب حدیث: ۲۹۷۲۔ وکتاب المغازی باب فضل من شهد بدرًا حدیث: ۳۷۶۶ (نوٹ) حدیث کا مفہوم بیان کیا گیا ہے باقاعدہ ترجمہ نہیں ہے۔

❷ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل حدیث: ۳۷۴۵۔

❸ زاد المعاد: ۸۹/۲۔

اسی طرح بہت سے صحابہ کرام تھے جنہوں نے اپنی اولاد کو بچپن میں ہی میدان جہاد کے لیے تیار کیا۔ ان میں حضرت سلمہ بن اکوع، رافع بن خدیج، سمرہ بن جندب، اسامہ بن زید، عمیر مولیٰ ابی اللحم رضی اللہ عنہم سرفہرست ہیں۔ ان سب کی خدمات جو انہوں نے اسلام کی سربلندی کے لیے دی تھیں کتب احادیث اور سیر میں موجود ہیں، جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی نظیر آپ تھے۔ اگر ان سب کے حالات درج کیے جائیں تو بحث طویل ہو جائے گی۔ اسی طرح حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی اسی لڑی کے ایک موتی تھے۔ ان کا مختصر واقعہ درج کرتا ہوں۔

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جذبۂ جہاد:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے اسلامی فوج کے جرنیل اور فارس کے بہت سے علاقوں کے فاتح تھے حضرت عمیر ان کے چھوٹے بھائی تھے۔ یہ چھوٹی عمر میں مسلمان ہوئے تھے جنگ بدر کے موقع پر وہ سولہ برس کے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب بدر کی طرف روانہ ہوئے اپنے چھوٹے بھائی کی طرف نظر دوڑائی تو وہ صحابہ کے پیچھے چھپ چھپ کر میدان بدر کی طرف جا رہے تھے۔ انہوں نے بلا کر پوچھا ''بھائی کیا وجہ ہے اس طرح چھپ چھپ کر کیوں میدان کی طرف جا رہے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے خطرہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا تو بچہ سمجھ کر واپس کر دیں گے حالانکہ میرا پختہ ارادہ ہے کہ میں میدان جنگ میں جاؤں اور اللہ مجھے شہادت سے نواز دے۔ حضرت سعد چھوٹے بھائی کے جذبات سے بہت متاثر ہوئے اور آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میرے چھوٹے بھائی عمیر جنگ میں جانا چاہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کو بلایا اور پوچھا تو اس نے اپنے ارادہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ابھی بچے ہیں، واپس چلے جائیں۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ کی بات سنی تو زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے جب لڑکے کے جذبات دیکھے تو اجازت دے دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے

اس مجاہد کو تیار کر کے میدان جنگ کی طرف روانہ کیا، جب وہ مجاہد تلوار کندھے پر لٹکا کر جا رہا تھا تو تلوار بڑی تھی اور مجاہد چھوٹا تھا۔ تلوار قد چھوٹا ہونے کے سبب زمین پر لگ رہی تھی تو میں نے نیام کو گرہ لگا دی تا کہ تلوار زمین سے بلند رہے۔ یہ ننھا مجاہد اسلام کی اس پہلی جنگ میں جوانمردی سے لڑا اور اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتا ہوا شہادت کے بلند مرتبے پر فائز ہو گیا۔

((تَقَبَّلَ اللّٰهُ سَعْيَهُ))[1]

یہ والدین کی تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ جنہوں نے ان کو اسلام کے ساتھ اس طرح وابستہ کیا تھا کہ اپنی جان کا نذرانہ دینا بھی اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے۔ ہم اپنی اولاد میں اگر یہ جذبہ دیکھیں تو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا، اس لیے کہ ہم حُبُّ الدُّنیا وَ کَرَاهِیَةُ الْمَوْتِ کا مصداق ہیں۔ اللہ ہمیں اصلاح احوال کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی اولاد کو تربیت جہاد:

جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی اولاد کو جہاد کی تربیت دیتے تھے اسی طرح صحابیات بھی اس معاملہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں، بلکہ تاریخ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس امت میں اسلام کی آبیاری کے لیے سب سے پہلے جس نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا تھا وہ ایک عورت ہی تھی جس کا اسم گرامی سمیہ رضی اللہ عنہا تھا۔ حافظ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں:

((فَكَانَتْ اَوَّلَ شَهِيْدَةٍ فِي الْإِسْلَامِ))

''وہ سب سے پہلی اسلام کے لیے شہید ہونے والی عورت تھیں۔''

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کا جذبۂ جہاد بھی سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ ایک شاعرہ تھیں، جہالت کے دور میں اس نے اپنے بھائی کے قتل ہونے پر بہت سے مرثیے لکھے تھے۔ ان کے کثرت اشعار کی وجہ سے ان کے بارہ میں سیر کی کتب میں لکھا ہے:

---

[1] اصابہ: ۳/۳۵۔

((اَجْمَعَ اَهْلُ الْعِلْمِ بِالشِّعْرِ اَنَّهٗ لَمْ تَكُنْ اِمْرَأَةٌ قَطُّ قَبْلَهَا وَ لَا بَعْدَهَا اَشْعَرَ مِنْهَا))[1]

''علم شعر سے تعلق رکھنے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ خنساء رضی اللہ عنہا جیسی اچھی شاعرہ نہ تو اس سے پہلے اور نہ بعد میں ہوئی ہے۔''

مسلمان ہونے کے بعد اس عورت کی جرأت قابل رشک ہے اور وہ اپنی اولاد کو کس طرح جنگ کے لیے تیار کرتی ہیں, اس کے لیے ہمیں قادسیہ کے میدان کا نظارہ کرنا پڑے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ قادسیہ ہوئی، وہ اپنے چار بیٹوں سمیت اس معرکہ میں شریک ہوئیں۔ اپنے بیٹوں کو جنگ کے ایک روز پہلے جمع کیا اور ان کو ایمان افروز اور نصیحت آموز کلمات میں خطاب کیا:

''اے فرزندو! تم نے کسی کے مجبور کرنے پر ایمان قبول نہیں کیا بلکہ تم نے خود خوش دلی سے اس نعمت کو سینے سے لگایا ہے. پھر تم نے اس کی حفاظت کی خاطر عزیز و اقارب اور وطن کو چھوڑا۔ تم یاد رکھو! جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو، اسی طرح تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ گو جہالت کا دور تھا لیکن میرے اللہ نے مجھے بدکاری سے محفوظ رکھا۔ میں نے تمہارے ماموؤں کو رسوا نہیں کیا، نہ ہی تمہارے باپ کی خیانت کی ہے اور نہ ہی تمہاری شرافت داغدار ہونے دی ہے۔ اے بیٹو! جو انعام اللہ کے ہاں شہداء کے لیے تیار ہیں تم اس سے بخوبی واقف ہو۔ اچھی طرح جان لو آخرت کا گھر دنیا کے گھر سے ہزار درجہ بہتر ہے اور پھر قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کی:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○﴾

[آل عمران : ۳/ ۲۰۰]

---

[1] اصابہ :حاشیہ : ۲۹٦/٤۔

''ایمان والو! صبر کا دامن تھامے رکھو اور آپس میں صبر کی تلقین کرو اور سرحدوں پر ڈٹے رہو اور اللہ کا ڈر اختیار کرو، کامرانی تمہارا مقدر ہوگی۔''

اے میرے پیارے بچو! جب تم صبح اٹھو تو لڑائی کی جلتی ہوئی آگ میں چھلانگیں لگا دو اور کفار کا ڈٹ کر مقابلہ کرو، اللہ کے فضل سے جنت میں عزت و احترام سے داخلہ نصیب ہوگا۔''

جب صبح ہوئی بچے ماں کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں کود پڑے اور باری باری ان کی زبان پر یہ اشعار جاری تھے۔

سب سے پہلے لڑکے نے جو کلمات کہے:

يَا اِخُوَتِيُ اِنَّ الُعَجُوُزَ لَنَا صِحَةٌ
قَدُ نَصَحَتُنَا اِذُ دَعَتُنَا الُبَارِحَةَ

''اے میرے بھائیو! جب ہمیں ہماری بوڑھی والدہ نے بلایا تھا تو نصیحت کی تھی۔''

مَقَالَةٌ ذَاتُ بَيَان وَاضِحَةٌ
فَبَاكِرُوا الُحَرُبَ الضَّرُوُسَ الُكَالِحَةَ

''ہماری والدہ کی بات بالکل واضح تھی کہ صبح کے وقت بڑے بڑے دانتوں والی اور بدشکل لڑائی میں کود پڑو۔''

اِنَّمَا تَلُقَوُنَ عِنُدَ الصَّائِحَةِ
مِنُ الِ سَاسَانَ الُكِلَابَ النَّابِحَةَ

''چیخ و پکار میں تمہارا واسطہ آل ساسان کے بھونکنے والے کتوں سے ہوگا۔''

قَدُ اَيُقَنُوا مِنُكُمُ بِوَاقِعِ الُجَائِحَةِ
وَ اَنُتُمُ بَيُنَ حَيَاةٍ صَالِحَةٍ

''تمہارے دشمن کو تمہارے بارے میں یقین ہے ہڈیاں ظاہر کرنے والے زخموں کا

اور تم کو تو بہترین زندگی نصیب ہوگی۔''

اَوْ مَیْتَةٍ تُوْرِثَ غَنَمًا رَابِحَةً

''یا تم شہادت حاصل کر کے نفع بخش نعمتوں کے وارث بن جاؤ۔''

اور والدہ کی نصیحت کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اور اللہ کی رضا حاصل کرتا ہوا میدان جنگ میں شہادت جیسی نعمت کا مزہ چکھتے ہوئے خالق حقیقی کے پاس پہنچ گیا۔

پھر دوسرا بیٹا والدہ کے حکم اور اللہ کی رضا کے لیے ان کلمات کے ساتھ میدان جنگ میں داخل ہوا:

اِنَّ الْعَجُوْزَ ذَاتُ حَزْمٍ وَ جَلَدٍ
وَ النَّظْرِ الْاَوْفَقِ وَ الرَّاْيِ السَّدَدِ

''بے شک ہماری والدہ پختہ ارادہ والی اور مضبوط تھیں، گہری نظر اور درست رائے رکھتی تھیں۔''

قَدْ اَمَرَتْنَا بِالسَّدَدِ وَ الرُّشْدِ
نَصِيْحَةً مِنْهَا وَ بِرًّا بِالْوَلَدِ

''یقیناً اس کا حکم درست اور بھلائی والا تھا اور اس کی نصیحت اولاد کے لیے بہت بہتر تھی۔''

فَبَاكِرُوْا الْحَرْبَ حُمَا فِي الْعَدَدِ
اَمَّا الْفَوْزُ بَارِدٌ عَلَى الْكَبِدِ

''پس جلدی کرو لڑائی میں کثیر تعداد کی حفاظت میں یا تو دل کو ٹھنڈی کرنے والی کامیابی ہوگی۔''

اَوْ مَیْتَةٌ تُوْرِثُكُمْ عِزَّ الْاَبَدِ
فِيْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ وَ الْعَيْشِ الرَّغَدِ

''یا پھر ایسی موت نصیب ہوگی جو جنت الفردوس میں عمدہ زندگی اور ہمیشہ کی عزت کا وارث بنا دے گی۔''

یہ بھی اپنی والدہ کے عہد کی وفا میں اپنی جان کا نذرانہ دے کر شجر اسلام کی آبیاری کرتا ہوا اپنے اللہ کو جا ملا۔

تیسرا بیٹا والدہ کی رقت آمیز نصیحت کے بعد اللہ کے وعدوں پر کامل یقین رکھتا ہوا جب میدان میں نکلا تو اس کی زبان پر مندرجہ ذیل اشعار جاری تھے:

وَ اللّٰهِ لَا نَعْصِی الْعَجُوْزَ حَرْفًا
قَدْ اَمَرَتْنَا حَرْبًا وَ عَطْفًا

''اللہ کی قسم! ہم اپنی بوڑھی والدہ کے ایک حرف کی بھی نافرمانی نہیں کریں گے، اس نے ہم کو بڑی شفقت اور لڑائی کا حکم دیا ہے۔''

نَصِیْحًا وَ بِرًّا صَادِقًا وَ لُطْفًا
فَبَادِرُو الْحَرْبَ الضَّرُوْسَ زَحْفًا

''خیر خواہی، نیکی، سچائی اور نرمی پس تم سخت جنگ میں کودنے کی جلدی کرو۔''

حَتّٰی تَلُفُّوْا اٰلَ کِسْرٰی لَفًّا
اَوْ یَکْشِفُوْا کُمْ عَنْ حِمَا کُمْ کَشْفًا

''حتیٰ کہ تم کسریٰ کی اولاد ختم کر دو یا وہ تمہیں تمہاری سرحدوں سے دھکیل دیں۔''

اِنَّا نَرٰی التَّقْصِیْرَ عَنْکُمْ ضَعْفًا
وَ الْقَتْلَ فِیْکُمْ نَجْدَةً

''ہم تمہارے اندر کمزوری کی کوتاہی کو دیکھتے ہیں اور قتل تمہارے لیے بہادری اور رتبہ کا سبب ہے۔''

اس کے بعد چوتھا فرزند قسمیں اٹھاتا ہوا اور جنت کے شوق کے گیت گاتا ہوا لڑائی کی

آگ میں کود پڑا:

لَسۡتُ لِخَنۡسَاءَ وَلَا لِلۡحَزَمِ
وَ لَا لِعَمۡرٍو ذِی السَّنَاءِ الۡاَقۡدَمِ

''اگر میں پیشقدمی کرنیوالی تلوار کی طرح نہ بڑھوں تو میں خنساء حزم اور عمرو کا بیٹا ہی نہیں۔''

اِنۡ لَمۡ اَرُدَّ فِی الۡجَیۡشِ جَیۡشِ الۡاَعۡجَمِ
مَاضٍ عَلَی الۡهَوۡلِ خِضَمٍّ خَضۡرَمِ

''اگر میں عجمی لشکر پر حملہ آور نہ ہوں سخی سردار کی طرح جو خطرات پر چلنے والا ہے۔''

اَمَّا الۡفَوۡزُ عَاجِلٌ وَ مَغۡنَمٌ
اَوِ الۡوَفَاتُ فِی السَّبِیۡلِ الۡاَکۡرَمِ

''یا تو کامیابی ہے جلدی آنیوالی یا مال غنیمت ہے یا اللہ کے معزز راستہ میں شہادت ہے۔''

پیاری ماں کی موجودگی میں چاروں بیٹے ﴿تِجَارَةٍ تُنۡجِیۡکُمۡ مِنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ﴾ کے سوداگر ﴿ذَالِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ﴾ کے متلاشی جام شہادت نوش کرتے ہوئے ﴿بَلۡ اَحۡیَاءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ﴾ کے زمرہ میں داخل ہوگئے۔ جب ان کی بوڑھی والدہ کو ان کی شہادت کا علم ہوا تو اس نے مجسمۂ صبر بنے خدا کے حضور یہ دعائیہ کلمات کہے:

((اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ شَرَّفَنِیۡ بِقَتۡلِهِمۡ وَ اَرۡجُوۡا مِنۡ رَبِّیۡ اَنۡ یَجۡمَعَنِیۡ بِهِمۡ فِیۡ مُسۡتَقَرِّ رَحۡمَتِهٖ))[1]

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے شہداء کی والدہ ہونے کا شرف عطا کیا اور میں اپنے اللہ سے پرامید ہوں کہ وہ مجھے اور میرے شہید بچوں کو اپنی جوار رحمت میں

[1] استیعاب حاشیہ اصابۃ : ۲۹۷/٤۔

جگہ عطا فرمائے گا۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی قربانیوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہم کو بھی ان کے نقش قدم پر چل کر ان لوگوں میں شامل ہونے کی توفیق دے جن کو اللہ سے ملاقات کے وقت یہ صدائیں آتی ہونگی:

﴿ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝ ﴾

[الفجر : ۲۷/۸۹۔۳۰]

''تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے ممتاز بندوں میں شامل ہو جا اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔''

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا ملت اسلامیہ کی قابل فخر ان ماؤں سے ہیں جن کی مثال دنیا میں ڈھونڈنے سے مشکل مل سکے۔ جس نے اپنے چار لخت جگر ایک ہی معرکہ میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے بھیجے اور پھر ان کی شہادت پر صبر و استقلال کا پہاڑ بن کر قربانی کی ایک ایسی تاریخ رقم کی کہ جو بعد میں آنے والی ماؤں کے لیے جرأت و بہادری کا نمونہ ہو سکے۔ بحمد اللہ اتنا بڑا حوصلہ کہ اسی بیٹے کو کوئی تھپڑ مار دے تو یہی ماں برداشت نہ کر سکے۔ مرنے مروانے پہ آ جائے لیکن ادھر مشکل ترین راستہ پر جو تیر و تلوار کے زخموں سے چھلنی کرنے والا اس پر خود روانہ کر رہی ہیں۔ اصل بات ہے کہ اس قربانی کی تیاری کی اساس عقیدہ ہے اور یقین یہ ہے کہ یہ میرے سچے اور وعدہ وفا رب سے تجارت ہے۔ جس پر قرآن شاہد ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَ يُقْتَلُونَ وَعْدًا حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَ الْإِنجِيلِ وَ الْقُرْآنِ وَ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾

[التوبۃ : ۱۱۱/۹]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ اللہ کی راہ میں مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ تورات، انجیل اور قرآن میں اللہ کے ساتھ پختہ وعدہ ہے۔ اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو وفا کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟ لہٰذا اے مومنو! جو تم نے سودا کیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ۔ یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔''

یہی عقیدہ ہمارے اسلاف کی قربانیوں کی اساس بنا اور آج بھی بحمد للہ افغان، کشمیر اور فلسطین اور جہاں جہاں جہاد ہو رہا ہے اسی عقیدے پر چلنے والی جہاد کے لیے ہماری مائیں خنساء رضی اللہ عنہا کی روایت کو زندہ کرنے کے لیے اپنے جگر گوشوں اور بیٹوں کی شہادتوں کی منزلوں پر رواں دواں ہیں اور کتنے ہی ماؤں کے فرماں بردار جگر گوشے اپنے تازہ گرم لہو سے اسلام کے پودے کی آبیاری کر رہے ہیں۔ اگر ایسی ماؤں اور فرزندوں کا فرداً فرداً ذکر کرنا چاہوں تو یہ مختصر کتابچہ اس سلسۃ الذھب (سونے کی لڑی) کا احاطہ نہیں کر پائے گا۔ پھر ان مجاہدین کے وہ بزرگ باپ بھی نظروں کے سامنے ہیں جو اپنے جوان لخت جگروں کو تیار کر کے بارڈر کراس کراتے ہیں اور چاہوں گا اختصار سے ایک خنساء رضی اللہ عنہا جیسی جذبۂ جہاد سے سرشار مجاہدہ والدہ کا اور ایک ایسے معرکے کا ذکر کروں جس نے انڈیا کے درندے فوجیوں کی نیندیں حرام کر دیں ہوں اور کتاب کے اختتام پر ایسی ہی ایک بزرگ شخصیت ذکر بھی کروں جو اس دور میں بھی جہاد کے لیے اپنے بیٹوں کی قربانی دینے کو سعادت سمجھتا ہو۔

شہید کی والدہ کا تذکرہ:

اتنی طویل فہرست سے کسی ایک خنساء رضی اللہ عنہا جیسی خاتون کا انتخاب میرے لیے نہایت مشکل تھا تو میں نے اس معاملہ کو آسان بنانے کے لیے حافظ عبدالغفور رحمہ اللہ سے رابطہ کیا جن کی اہلیہ ام حسان شعبہ خواتین کی مسئول ہیں۔ اللہ ان کو جزائے خیر سے نوازے۔ انہوں نے میرے ساتھ تعاون فرمایا وہ مع اہلیہ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے انہیں اپنا مدعا پیش

کیا۔ وہ کہنے لگے آپ ام حسان سے بالمشافہ بات کرلیں۔ میرے لیے یہ بھی ایک مسئلہ تھا کہ غیر محرم سے تفصیلاً گفتگو کرسکوں۔ میں نے اپنی اہلیہ ام ابوتراب سے اس معاملہ میں تعاون چاہا، وہ دونوں آپس میں سہیلیاں تھیں، پہلے ان کا تعارف تھا پھر حسن اتفاق سے دونوں ہی بحمدللہ تازہ تازہ شہداء کی مائیں تھیں۔ آپس میں اپنے اپنے شہید لخت جگر کا تذکرہ ان کے دل کی آواز تھی۔ یاد رہے میرا بیٹا عطاء الرحمٰن شہید رحمۃ اللہ علیہ جولائی میں شہید ہوا اور حافظ عبدالغفور صاحب کا بیٹا غالباً اگست میں شہید ہوا تھا۔ جب ان دونوں کی آپس میں گفتگو چل پڑی تو میرے لیے مشکل ہوگیا کہ میں اپنا مطلوب حاصل کرسکوں۔ شہیدین کا تذکرہ، میری بچیاں بھی جمع ہوگئیں اور مجلس کا عجیب رنگ بن گیا۔ دونوں اپنے اپنے لخت جگر کی ادائیں یاد کر رہی تھیں اور پرنم آنکھوں سے بات کا تسلسل جاری اور میں پس پردہ ان کی بات کے اختتام کا منتظر تھا۔ یوں ہی موقع ملا میں نے پوچھا کہ میں ایسی شہید کی والدہ کا تذکرہ لکھنا چاہتا ہوں جو عورتوں کے لیے راہ نمائی کا کام دے لیکن ان کے اپنے جذبات تھے پھر وہ اپنے لخت جگروں کی یادوں میں کھو جاتیں لیکن بحمدللہ ان کی گفتگو میں نہ تو شکوہ تھا نہ کوئی ایسی بات جو عام عورتوں کی طرح بے صبری کا مظہر ہو۔ یہ اس لیے کہ ام حسان بھی ماشاءاللہ ایک عالم کی بیٹی تھی جو بحمدللہ جہادی سفر میں ہی شہید ہوئے تھے۔ جن کا اسم گرامی حافظ مشتاق احمد پرواز تھا۔ وہ اپنے وقت کے بہترین جوشیلے مقرر تھے، کئی مرتبہ ان کی گفتگو سننے کا موقع ملا۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ یہ ان کی تربیت کا اثر تھا کہ بیٹی میں دین کا رنگ غالب اور ادھر ام ابو تراب بھی اللہ کی توفیق سے ایک دینی ماحول میں زندگی گزارنے والی خاتون تھی۔ خیر پھر میں نے اپنا سوال دہرایا تو انہوں نے مجھے ایک مثالی خاتون کی جہادی زندگی کے بارے میں ام حسان نے طیبات میں ایک مضمون لکھا تھا اس سے میرے لیے کچھ لکھنے میں آسانی ہوگئی۔ وہ نیک سیرت اور مثالی عورت تھیں۔

عمر ابودجانہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ گرامی:

اوڈانوالہ کا دیہات حضرت صوفی عبداللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے علم وعرفان کی دنیا میں جانا پہچانا ہے۔ یہ خاتون اسی دیہات سے تعلق رکھتی ہیں۔ علمی خاندان ہے۔ نہایت شریف مہذب اور مالی طور پر اللہ کا فضل ہے۔ اس نیک ماں کا بیٹا عمر ایف اے کے دوسرے سال میں زیر تعلیم تھا۔ مجلّہ الدعوۃ میں کشمیر کے حالات پڑھنے سے اس پر جہادی رنگ چڑھنے لگا۔ ایک دن والدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی امی میں بھی ٹریننگ کرنا چاہتا ہوں۔ ماں تو پہلے ہی ان لمحات کی منتظر تھیں۔ اکیس دن کی ٹریننگ کے بعد وہیں سے خط لکھا کہ امی اگر مجھے دوبارہ تین ماہ کی ٹریننگ کی اجازت دیں تو ملنے آتا ہوں۔ وگرنہ وہاں سے دورہ خاصہ مکمل کرلوں گا۔ ماں نے شکرانے کے نفل ادا کیے اور جواب دیا بیٹا جس طرح تیرا دل چاہے ویسے کرلے۔ وہ دورہ خاصہ مکمل کر کے پھر وہاں ہی دورہ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ میں شامل ہو گیا۔ یہ وہ دورہ ہے جس کی ہیبت نے کفر پر لرزہ تاری کر رکھا تھا۔ گاؤ ماتا کے پجاریوں نے واویلا مچائے رکھا کہ دہشت گردوں کی ایک بہت بڑی جماعت جنگلوں اور پہاڑوں میں دہشت گردی کی ٹریننگ لے رہی ہے۔ عنقریب یہ کوہ گراں ہم پر ٹوٹنے والا ہے۔ اللہ کی توفیق سے ایسا ہی ہوا اور اب تک ماؤں کے یہ شیر دل نوجوان اپنے ازلی دشمن پر کاری ضربیں لگا رہے ہیں۔ یہ عظیم ماؤں کے سپوت ان میں سے کچھ رب کے عرش کے نیچے قندیلوں میں چہچہا رہے ہوں گے اور کچھ ایسے ہی نشیمن میں شکار کے لیے گھات لگائے اپنی باری کے منتظر ہیں۔ ﴿مِنۡهُم مَّن قَضٰى نَحۡبَهٗ﴾ جب ان کا بچہ ٹریننگ مکمل کر کے آیا تو عظیم ماں نے تیار کر کے لانچنگ کے لیے بھیج دیا۔ ام حسان فرماتی ہیں کہ اتفاقاً ٹوبہ میں عورتوں کا پروگرام تھا میں اور آپا ام حماد اس پروگرام میں آئیں تو یہ عظیم خاتون اپنے ہاتھ میں ایک رقعہ لیے میرے پاس آئی اور کہنے لگیں۔ حضرت الامیر حافظ محمد سعید صاحب حفظہ اللہ سے اس پر لکھوانا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ کہنے لگی میں نے اپنے بیٹے کو لانچنگ کے لیے بھیجا ہے۔ ابھی وہ باڈر پر بیٹھا

ہے، اسے لانچ کیوں نہیں کرتے اور ساتھ کہنے لگی کہ میں نے خود اپنی جیب سے بچے کو اٹھارہ ہزار کی کلاشنکوف خرید کر دی ہے کہ جاؤ! بیٹا اس کے ساتھ ہندو بنیے کو مزہ چکھاؤ اور عظیم ماں کہنے لگیں ایک دن میرا عمر سے فون پر رابطہ ہوا۔ کہنے لگا امی اگر ایک رابطہ سیٹ مل جائے تو بہتر ہے تا کہ وہاں ساتھیوں سے بچھڑ جاؤں تو رابطہ ہو سکے۔ تو میں نے نو ہزار روپیہ عمر کو بھیج دیا ہے کہ بیٹا اس سے رابطہ سیٹ خرید لو۔ تو ام حسان کہتی ہیں میں اس عظیم ماں کی باتیں سن رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ ایسی مائیں بھی ہیں۔ جو اپنے دلاوروں کو اسلحہ تھما کر سجا کر اپنے ہاتھوں سے میدان قتال کی طرف روانہ کرتی ہیں۔ اللہ اکبر! آخر وقت آیا کہ اس کا لخت جگر میدان قتال میں کودا اور ایک دن آیا کہ وہ معرکے کرتا کرتا شہید ہو گیا۔ ام حسان کہتی ہیں کہ ہم کو علم ہوا ہم مل کر چند عورتیں ان کے گھر گئیں تو وہاں عجیب کیفیت دیکھی کہ تمام رشتہ دار عورتیں جمع تھیں اور ام عمر شہید رحمہ اللہ کی والدہ پرسکون آبدیدہ آنکھوں سے ان میں بیٹھی تھیں اور اس عظیم احسان الٰہی پر اللہ کا شکر کر رہی تھیں اور ساتھ سب رشتہ دار عورتوں کو کہا کہ میں نے تو بیٹا اللہ کے راستے میں دیا تم تو میری رشتہ دار ہو، تم مال کی قربانی نہیں دے سکتیں۔ جتنی میری رشتہ دار بہنیں ہیں سب ایک ایک زیور اتار کر جہاد فنڈ میں جمع کرائیں۔ چنانچہ اس اللہ کی بندی نے تمام عورتوں سے اس موقع پر جہاد فنڈ جمع کیا۔ کچھ دنوں بعد مرحوم کی نماز جنازہ کا اہتمام تھا تو اس مثالی ماں نے پھر سب سے انگوٹھیاں، بالیاں، چوڑیاں فنڈ میں جمع کروائیں اور ساتھ ایک لاکھ روپیہ اپنے گھر سے مجاہدین کے لیے جمع کرایا تا کہ مجاہدین کو اس کے ساتھ تقویت پہنچے۔ ایسی عظیم مائیں اپنے اسلاف کی روایات کی حامل ہوتیں ہیں۔ پھر رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو پورے دیہات والے لوگوں کو کہا کہ تم تو آرام سے اپنے گھروں میں رہو، وہ مجاہدین جو برف پوش پہاڑوں اور جنگلات کے غاروں میں رہیں تمہارا کوئی حق نہیں ان سے تعاون کرو۔ تو سارے دیہات سے مجاہدین کے لیے کبھی گندم، کبھی گھی، کبھی سونف اور لہسن پیاز تک جمع کرتیں اور مجاہدین کو روانہ کرتیں۔ اس ماں کی جہاد اور مجاہدین سے اس

قدر والہانہ محبت تھی کہ قربانی کے موقع پر لوگوں سے بکرے جمع کرتی اور مجاہدین کی مدد کرتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ مالدار تھیں لیکن مجاہدین کے لیے مانگتے ہوئے بالکل عار محسوس نہیں کرتی تھیں۔ ایسی مائیں ہیں جو حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی تاریخ دہراتی ہیں۔ اللہ ان کی سعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور دوسری ماؤں کے لیے بھی چاہیے کہ ایسا ہی کردار ادا کریں۔

تذکرہ:

اگر قادسیہ میں حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کے بیٹوں نے کفر کے دانت کھٹے کیے تھے تو آج بھی بحمدللہ ماؤں کے ایسے سپوت جو جہادی میدانوں میں کفر کے لیے موت کا پیغام بن کر پوری کفر کی دنیا کی نیندیں حرام کیے ہوئے ہیں۔ جب سے وادی کشمیر میں غزوۂ ہند کا دروازہ کھلا ہے ہزاروں نوجوان اس راستے سے گزر کر اپنی جنت میں بسیرا کر چکے ہیں اور لاتعداد معرکوں میں وہ کفر کا کریا کرم کر رہے ہیں۔ اللہ کے فضل سے ہزاروں فٹ اونچائی کی پہاڑی چوٹیاں سر کرتے ہوئے ہواؤں کے سینے چیرتے، جنگلات کے دشوار ترین راستے عبور کرتے ہوئے حق و باطل کے میدان گرم کیے ہیں۔ میں ان اللہ کے شیروں کا ایک معرکہ جو قرون اولیٰ کی یاد تازہ کرتا ہے، آپ کے سامنے رکھتا ہوں:

بادامی باغ پہ یلغار کی تفصیلات معرکے میں شریک مجاہدین کی زبانی:

بادامی باغ سری نگر میں بھارتی فوج کی پندرھویں کور کے ہیڈ کوارٹر پر لشکر طیبہ کی یلغار مرکزی اجتماع کے موقع پر ہوئی۔ بھارتی فوج نے دعویٰ کیا تھا کہ اس نے لشکر طیبہ کے تین مجاہدین کو شہید کر دیا ہے تاہم بھارتی فوج صرف ایک مجاہد ابوطیب آف منڈی یزمان کو شہید کر پائی۔ دیگر تینوں مجاہد زندہ بچ نکلے تھے۔ زندہ بچ جانیوالے مجاہدین میں ابومعاویہ آف کرول وار، ابن صدیق لاہور اور ابوطلحہ ہزاروی تھے' تینوں مجاہدین نے سوموار کے روز باری باری مواصلاتی رابطے کے ذریعے بادامی باغ ہیڈ کوارٹر پر حملے کی ایمان افروز اور ولولہ انگیز تفصیلات

سے یوں آ گاہ کیا-

بادامی باغ کے غازی ابن صدیق نے بتایا: ''جب ہم نے فائرنگ شروع کی تو بھارتی فوجیوں نے کوئی نوٹس نہیں لیا اور وہ سمجھ رہے تھے یہ دیوالی کے پٹاخے ہیں-'' ابوطلحہ ہزاروی نے کارروائی کی تفصیلات سے آ گاہ کرتے ہوئے بتایا: ''پندرھویں کور کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل کرشن پال نے تین نومبر کو ہی پریس کانفرنس سے خطاب کیا تھا اور کہا تھا: ''ہم نے شہروں سے مجاہدین کو نکال دیا ہے- چھ ماہ کے اندر اندر مجاہدین کو پہاڑوں اور جنگلوں سے بھی نکال باہر کریں گے-''

کرشن پال نے چونکہ ہیڈ کوارٹر میں پریس کانفرنس سے خطاب کیا تھا' اس لیے اس روز بادامی باغ ہیڈ کوارٹر کے اندر اور باہر غیر معمولی حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے- عام طور پر بھی شیخ عبداللہ چوک سے لے کر پانتھا چوک تک پانچ کلو میٹر کے علاقے میں ڈیڑھ دو ہزار فوجی موجود رہتے ہیں جبکہ مختلف کانوائے بھی آتے جاتے رہتے ہیں- اس طرح عام طور پر اس روڈ پر تین چار ہزار فوجی کسی نہ کسی صورت موجود رہتے ہیں- جبکہ تین نومبر کو پریس کانفرنس کے لیے غیر معمولی حفاظتی انتظامات کے باعث فوجیوں کی تعداد معمول سے زیادہ ہوگئی تھی- ہیڈ کوارٹر کے گیٹ پر پہنچ کر ہم نے دیکھا کہ وہاں ڈیڑھ دو سو فوجی موجود تھے- ہم نے وہاں پہلے گرنیڈ پھینکے اور پھر برسٹ چلائے' وہاں ایک زبردست افراتفری پھیل گئی- اس افراتفری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے منڈی یزمان کے ابوطیب بھائی تیزی سے اندر گھس گئے اور ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئے - ابن صدیق بھائی بھی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اندر چلے گئے -'' ابن صدیق بھائی نے بتایا: ''وہ اس حصے میں گھس گئے جدھر فوج کے پبلک ریلیشنز آفیسر میجر پرشوتم کا دفتر تھا- میجر کے ہمراہ کچھ صحافی بھی تھے جو باہر فائرنگ کی آواز سن کر ایک غسل خانے میں گھس گئے تھے -میجر پرشوتم باہر صورت حال کا جائزہ لینے آیا تو ابن صدیق کی گولیوں کا نشانہ بن کر زخمی ہوگیا- میں دفتر میں گھس گیا اور دیکھا کہ پرشوتم خون میں نہا چکا تھا اور اس کا خون ہر طرف بکھرا پڑا تھا- میجر پرشوتم مجھے (ابن صدیق) کو واسطے دینے لگا کہ

اسے معاف کردے مگر میں نے کشمیری مسلمانوں کی بیٹیوں کی عزتوں کے لٹیرے اور قاتل پرشوتم کے سر میں گولی ماری اور اسے ٹھنڈا کر دیا۔ جب میں باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ بلٹ پروف جیکٹوں میں ملبوس فوجی آ گئے تھے۔ میں ﴿ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ ﴾ والی آیت پڑھ کر فوجیوں کے سروں کا نشانہ لیتا گیا اور فوجی ایک ایک کرکے ڈھیر ہوتے گئے۔ بھارتی فوج نے سات فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف اس لیے کیا تھا کہ ان سات کو اخبار نویسوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا جو معرکے کے وقت بادامی باغ کے اندر تھے جو فوجی بادامی باغ کے دیگر علاقوں میں ہلاک ہوئے ان کی کوئی تفصیل اخبارات کو جاری نہیں کی گئی' تاہم ہمارے اندازے کے مطابق چالیس کے قریب فوجی ہلاک ہوئے۔ میں ڈیڑھ گھنٹہ برسر پیکار رہنے کے بعد وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ ابوطلحہ ہزاروی نے بتایا: ''جب بادامی باغ میں لشکر طیبہ کے شیدائیوں کی کارروائی شروع ہوئی تو چاروں طرف تہلکہ مچ گیا۔ بادامی باغ کے اندرونی حصوں پانتھا چوک' شو پورہ' اندرہ نگر' پاپاٹو' شیخ عبداللہ چوک غرض جہاں کہیں بھی فوجی موجود تھے۔ انہوں نے گھبرا کر ارد گرد فائرنگ شروع کردی تھی' لوگ دکانیں کھلی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے' فوجی ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے۔ دوسری طرف ابوطیب بھائی جم کر لڑ رہے تھے اور ایک طرف میں اور ابومعاویہ کرولی لڑ رہے تھے۔ بھارتی فوجیوں کو یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ حملے کہاں سے ہو رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا: ''بھارتی فوجوں نے اس بلڈنگ پر مارٹر شیلنگ شروع کردی جس کے اندر میں اور ابومعاویہ لڑ رہے تھے۔ جب وہ بلڈنگ گرنے لگی تو ہم دوسری بلڈنگ کے اندر گھس گئے' اس طرح ہم عمارتیں تبدیل کرکے لڑتے رہے۔ جب ہم ہیڈ کوارٹر کے اندر گئے تھے تو ہمارا خیال تھا زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس منٹ لڑ پائیں گے اور پھر شہید ہو جائیں گے۔ لیکن جب کافی دیر گزر گئی اور ہم نے دیکھا کہ اللہ کی مدد اتر رہی ہے تو ابومعاویہ کہنے لگے: ''اب ان کا باپ بھی ہمیں شہید نہیں کرسکتا۔ ہمارے لیے اللہ کی مدد اتر رہی ہے۔'' ہم دونوں افراتفری کا شکار بھارتی فوجیوں کے اندر گھل مل گئے کسی کو پتہ نہیں تھا کہ اس کے ہمراہ چلنے والا کون ہے؟ ہمیں جب موقع ملتا کسی نہ کسی فوجی کو گولی مار دیتے لیکن

ایسا کہرام برپا تھا کہ فوجیوں کو سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ کہاں سے فائرنگ ہو رہی ہے- کس کی گولی کا کون نشانہ بن رہا ہے؟ تمام فوجی ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے- ایک کئی منزلہ عمارت کی سیڑھیوں سے اوپر جا رہے تھے تو اوپر سے بھارتی فوجیوں کا ایک گروپ نیچے کی طرف آ رہا تھا' نیچے آنے والے فوجی بی بی سی کو گالیاں دے رہے تھے کہ ''بی بی سی نے کہا ہے کہ بادامی باغ میں چار مجاہدین گھسے ہوئے ہیں جبکہ اس وقت ساڑھے چار سو مجاہد بادامی باغ میں گھسا ہوا ہے۔'' بھائی ابوطیب انتہائی بے جگری اور دلیری سے رات ساڑھے تین بجے تک لڑتے رہے اور ساڑھے تین بجے کے قریب وہ شہید ہو گئے- ابو معاویہ کرولی نے کہا: ''اب یہاں سے نکلتے ہیں' ہمیں کوئی نہیں روک سکتا' لہٰذا ہم عمارتوں سے نکل کر سڑک پر آ گئے اور مین گیٹ کی طرف جانے لگے- سامنے سے ایک جیپسی گاڑی آ رہی تھی- ابو معاویہ نے گاڑی پر برسٹ مارا' اس میں چار فوجی سوار تھے' کوئی مر گیا کوئی زخمی ہوا' ہم دوڑ کر گاڑی میں داخل ہو گئے- لاشوں اور زخمیوں کو اٹھا کر باہر پھینکا اور ابو معاویہ کرولی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے جبکہ میں ساتھ والی سیٹ پر کلاشن کوف لے کر بیٹھ گیا- راستے میں چند فوجیوں نے ہاتھ اٹھا کر گاڑی روکنے کی کوشش کی مگر ابو معاویہ نے تیزی سے گاڑی نکال لی اور وہ دیکھتے رہ گئے- آگے کئی فوجی سڑک کے اوپر کھڑے ہو گئے اور گاڑی روکنے کے لیے ہاتھ لہرانے لگے- ابو معاویہ نے پوری سپیڈ کے ساتھ گاڑی فوجیوں کے اوپر چڑھا دی' کئی فوجی ہلاک و زخمی ہو گئے' فوجیوں نے پیچھے سے گاڑی پر برسٹ چلائے جس پر ہم نے جوابی فائرنگ بھی کی اور برستی گولیوں کی بوچھاڑ میں ہماری جیپسی جیپ آگے بڑھتی گئی اور بالآخر ہم اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ!

شہید کے والد کا تذکرہ:

اس سے قبل حضرت خنساء رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹوں کی قربانی کی مثالیں تازہ کرنے والی عظیم الشان ہستیوں کا تذکرہ تھا، ناانصافی ہوگی اگر ان قابل قدر بزرگوں کا ذکر نہ کیا جائے۔ جوان قربانیوں میں اجر وثواب میں برابر کے شریک ہیں۔ یعنی شہداء کے والد جن کی رات دن کی

محنتوں سے وہ پروان چڑھے۔ میں نے جب کسی ایک شہید کے والد کا انتخاب کرنے کا تصور کیا تو ایک طویل فہرست میری نظروں میں گردش کرنے لگی کہ کتنے ہیں وہ خوش نصیب بزرگ جن کے جگر گوشے اپنی جوانیوں میں شہادت کی منزلوں کے راہی ہو چکے ہیں۔ اچانک میرے ذہن میں وہ بزرگ ہستی جن کے تین بیٹے جہاد میں عملاً شریک ہوئے اور دو بیٹے شہید اور ایک زخمی ہو کر واپس آیا اور چند روز گھر قیام کرنے کے بعد دوبارہ جہاد کے لیے روانہ ہو گیا۔ میں نے ان کا فون نمبر حاصل کیا اور فون ڈائل کیا۔ السلام علیکم وعلیکم السلام کے بعد پوچھتے ہیں کون ہے میں نے عرض کی کہ ھود جمیل ٹاؤن سے گزارش کر رہا ہوں۔ کہنے لگے مولانا ھود صاحب۔ میں نے کہا: جی ہاں! کہنے لگے: حضرت جی کیا حکم ہے؟ میں نے عرض کی: ملاقات چاہتا ہوں۔ فرمانے لگے: حضرت جی تکلیف نہ کریں، آپ ہمارے محترم ہیں اور ایک شہید کے والد بھی ہیں، میں خود ہی حاضر خدمت ہوتا ہوں۔ میں نے کہا: جزاک اللہ آپ آج شام کی نماز میرے پاس آ کر ادا کریں۔ فرمانے لگے: بہت بہتر۔ جب نماز مغرب ادا ہو چکی تو میں منتظر تھا تھوڑی دیر بعد تشریف لائے۔ ماشاء اللہ لمبے قد کاٹھ کے مالک، بارعب چہرہ، مسنون داڑھی، گندمی رنگ اور داڑھی مہندی سے رنگی ہوئی تھی۔ عمر تقریباً ساٹھ سال ایک نوجوان ساتھ تھا، غالباً جس کو سواری کی وجہ سے ساتھ لائے تھے۔ بڑے خوش چہرہ کے ساتھ بغلگیر ہو کر ملے۔ علیک سلیک کے بعد پوچھتے ہیں کہ حضرت جی کیا حکم ہے، کس لیے ملاقات چاہی؟ میں نے کہا کہ میں نے بچوں کی تربیت کے لیے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی تھی اب دوبارہ شائع کرنے کا پروگرام ہے تو اس میں شہید کے والد کے بارے میں کچھ لکھنا چاہتا تھا۔ تو آپ کو اس لیے زحمت دی۔ تو فرمانے لگے اور بھی تو شہداء کے والد ہیں، آپ نے مجھے ہی کیوں کہا، میں تو کوئی پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ ماشاء اللہ دو شہید بیٹوں کے والد ہیں۔ تو فوراً فرمانے لگے حضرت جی! آپ لوگوں سے سنا ہے کہ ریاکاری سے بچنا چاہیے کیونکہ ریاکاری والا عمل قابل قبول نہیں ہوتا۔ بیٹے تو اللہ کے راستے میں دیے اب لوگوں کو

بتائیں کہ ہم نے یوں کیا۔ مجھے انکی یہ بات سن کر بہت خوشی ہوئی کہ ماشاء اللہ کس قدر اللہ کی خوشنودی کے طالب ہیں ۔میں نے سمجھایا کہ آپ کی نیت تو نہیں ہے ، اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے، یہ تو ترغیب کے لیے ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ کے تین بیٹے ماشاءاللہ جہاد میں عملاً شریک ہوئے۔ فرمانے لگے: نہیں بلکہ چار ہیں، دو شہید، ایک غازی اور ایک بحمدللہ ابھی چند دن ہوئے ہیں کہ ہم سے اجازت لے کر چلا گیا ہے۔ مجھے فوراً یہ تصور آیا بحمدللہ خنساء کی طرح چار بیٹوں کو اللہ کی راہ میں پیش کرنے والے آج بھی موجود ہیں جو اسلاف کی یادوں کو ہر میدان میں تازہ کرتے ہیں۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن کا نام محمد صدیق ولد محمد سلیمان فیصل آباد کے مغربی کنارے غلام محمد آباد نمبر۲ کے رہائشی ہیں جو ایک سادہ سی عمارت میں رہائش پذیر ہیں۔

میں نے پوچھا کہ آپ نے جہادی زندگی کا کب سے آغاز کیا فرمانے لگے کہ والد صاحب بھی دیندار تھے، گھر میں جہاد کی باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ ۱۹۶۵ء میں کسی کام کے لیے کراچی گیا تو وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ سلام لیا تو انہوں نے کہا کہ مسلمان ایک ہاتھ سے سلام لیتا ہے، اس کا دوسرا ہاتھ تلوار کے لیے ہے۔ فرماتے ہیں مجھے اس بزرگ کی بات نے بہت متاثر کیا۔ باتوں ہی باتوں میں شہید بیٹے ابو زبیر محمد یحیٰ کا تذکرہ چھڑ گیا۔ فرمانے لگے کہ جب یہ پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام قاسم رکھا تھا، اس کے دادا نے اس کا نام یحیٰ رکھا۔ ان دنوں جنرل یحیٰ کی حکومت تھی تو فرماتے ہیں کہ میں نے والد صاحب کو کہا کہ اس منحوس فوجی کے نام کی وجہ سے تو آپ یحیٰ نہیں رکھ رہے۔ تو والد نے کہا کہ نہیں یحیٰ تو پیغمبر تھے۔ میں نے دبی زبان سے کہا کہ وہ جن کو بنی اسرائیل نے شہید کیا تھا اور ساتھ ہی یہ خیال کہ اب تو جہاد ہی نہیں شہادت کیسی؟ لیکن کیا معلوم تھا کہ اللہ نے میرے بیٹے کو یہ مقام بھی عطا کرنا تھا۔ یحیٰ شہید رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے شفقت پدری کی بنا پر آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں۔ میں خود ان کی کلام سے متاثر تھا

کیونکہ ۱۹ جولائی ۲۰۰۳ء کو اللہ جل شانہ نے میرے بیٹے ابو تراب عطاء الرحمٰن کو شہادت جیسی عظیم الشان موت سے نوازا تھا، ہم دونوں پرنم آنکھوں میں شہید یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کر رہے تھے فرمانے لگے جب ٹریننگ مکمل کر لی تو کچھ عرصہ کے لیے گھر آیا۔ میں نے کہا کہ یحییٰ تیرا رشتہ گوجرانوالہ طے ہو گیا ہے۔ تو مجھ سے اڈریس لے کر ان کے گھر فون کر دیا کہ میں جہاد پر جانا چاہتا ہوں، آپ اپنی بیٹی کا رشتہ کسی اور جگہ پر کر لیں۔ جب والدہ کو پتہ چلا تو کہنے لگیں بیٹا میں تو بہو لانا چاہتی تھی۔ تو بیٹا کہنے لگا: امی آپ ایک بہو کہتی ہیں، میں ان شاء اللہ آپ کو ۷۲ بہوؤں کے لائق کر دوں گا۔ کہنے لگے جب میرا چوتھا بیٹا جہاد کے لیے گیا تو میرا ایک رشتہ دار آیا تو اس نے مجھے کہا کہ مولوی صدیق تو نے جہاد کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا ہے۔ فرماتے ہیں میں اس سے غضبناک ہو گیا کہ تو بھی فوجی حکمرانوں جیسے منحوس کلمے کہہ رہا ہے۔ ان دنوں ہمارے مطلق العنان حکمران بھی کہہ رہے تھے کہ ہم نے ہر جگہ جہاد کرنے کا ٹھیکہ لیا ہے؟ انہیں یہ نہیں علم کہ مسلمان کا حق ہے کہ مظلوم مسلمان بوڑھا، عورت، بچہ ہو تو دوسرے مسلمان پر ان کی مدد کے لیے جہاد فرض ہے کیونکہ مسلمان سب ایک جسم کی مانند ہیں۔ قرآن پاک کا بھی یہی حکم ہے:

﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴾

[النساء: ٤/ ٧٥]

''(مسلمانو!) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد کیوں نہیں کرتے جبکہ کئی کمزور مرد عورتیں اور بچے ایسے ہیں جو یہ فریاد کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اپنی طرف سے ہمارے لیے کوئی دوست بھیج دے اور اپنی طرف سے کوئی مددگار بھیج دے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مظلوم کی مدد کے لیے ہم کو جہاد کا حکم دیا ہے تو دیکھیں ہماری کشمیری بہنوں، بزرگوں اور بچوں پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ انڈیا کے درندے فوجی معصوم بچیوں کی عزتوں سے نہیں کھیلتے؟ ایسی صورت میں ہم تمام کی ذمہ داری ہے کہ ہم اس عظیم منصب کو ادا کریں۔ میں نے عرض کی اگر آپ اپنے بیٹوں یا غازی کے کارنامے ذکر کرنے لگ گئے تو بات لمبی ہو جائے گی۔ میں نے ابھی پروگرام پر جانا ہے میرے پاس ایک ساتھی بیٹھا ہوا تھا جو مجھے تقریر کے لیے لینے آیا تھا۔ ہم سے شہداء کی باتیں سننے میں اتنا مگن تھا کہ مجھے لے جانا بھول گیا۔ میں نے اسے پوچھا بھائی وقت کا خیال رکھیں۔ کہنے لگا لیٹ بھی ہو گئے تو کوئی حرج نہیں، ایسی مجلس مجھے کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ میں نے بزرگوں سے پوچھا آپ نے اپنے بیٹے تو بھیجے وہ شہید بھی ہوئے آپ کے کیا جذبات ہیں۔ فرمانے لگے مجھ پر میرے اللہ کا بہت احسان ہے کہ میں نے زندگی بھر اپنے اللہ کا کبھی شکوہ نہیں کیا بلکہ میں اپنے بچوں کو کہہ چکا ہوں کہ میں نے بھی ان شاء اللہ جہاد پر جانا ہے۔ ایک دن میں نے حضرت الامیر حافظ سعید صاحب حفظہ اللہ سے درخواست کی تھی، میں بھی بچوں سے جہاد کے میدان میں پیچھے نہیں رہنا چاہتا تو حضرت حافظ صاحب نے ارشاد فرمایا ہم ان شاء اللہ انڈیا میں جہاد کریں گے۔

یہ تو ایک بزرگ کے جذبات تھے جو اپنا اثاثہ اللہ کے راستے میں دیکر پھر خود بھی اسی راستے میں مر مٹنے کا جذبہ رکھتے ہیں کیونکہ ان کو یقین ہے کہ ؎

مراد زندگی مقتل میں آنے سے ملتی ہے
حیات دائمی گردن کو کٹانے سے ملتی ہے

کتنے ہی ایسے جذبات کے حامل اور بزرگ ہیں جن کا تذکرہ اس مختصر کتابچے میں کرنا دشوار ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نفسانفسی کے عالم میں ایسے عظیم المرتبت لوگ بھی موجود ہیں جن کو مالک الملک نے شمع جہاد روشن کرنے کے لیے منتخب کیا ہے۔ اللہ جس سے چاہے کام

لے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کو قیامت تک جاری رکھنا ہے۔ خوش نصیبی انکی ہے جن سے اللہ کام لے۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ ہم بھی اپنی رضا کے لیے دین کا کام کرنے کی توفیق بخشے اور جن سے کام لیا ہے وہ قبول و منظور فرمائے اور میری اس حقیر کاوش کو نسل نو کے لیے مشعل راہ بنائے اور مجھے، میرے اساتذہ، والدین اور تمام اہل خانہ کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین!

حضرت لقمان

کی اپنے بیٹے کو ایمان افروز نصیحتیں

اور جب لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ (بھی) خواہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے۔ اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کرنا اور جو مصیبت تم پر آ جائے صبر کرنا (یقین مان) کہ یہ (بڑی) ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھیلا اور زمین پر اترا کر نہ چل۔ کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔ اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور آواز پست کر یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔

(سورۃ لقمان)



4-lake Road Chuburji Lahore
Ph & Fax: 91-42-7230549
www.jamatdawa.org

دارالاندلس